بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۲　ماہ اپریل ۲۰۱۴ء مطابق جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ　شمارہ نمبر ۴

مدیر : خلیل الرحمان سجاد نعمانی
E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۷
۳	صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا عمل یقیناً وسیلۂ نجات ہوتا ہے	حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری	۱۴
۴	نیا خون	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۱۹
۵	بچوں کی پرورش	حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی	۳۰
۶	افغانستان کی موجودہ صورت حال اور افغان طالبان کا موقف	مولانا زاہد الراشدی	۵۱

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ
بصیغہ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے ــــ منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے واسطے حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب وجوار کے حضرات ان سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹرا)	مفتی حسنین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹرا)	قاسمی بکڈپو طٰہٰ بکڈپو الطاف بکڈپو	+91-9960070028 +91-9326401086 +91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اترپردیش)	مکتبہ ناصر	+91-9451846364
۶۔ جالنہ (مہاراشٹرا)	محمد اظہر	+91-9225715159

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

مرتب: یحییٰ نعمانی

☆ سالانہ زرتعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی -/Rs.200

☆ سالانہ زرتعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی ۱) عمومی -/Rs.230

۱ اس صورت میں پہلے سے زرتعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے،
مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ۔ -/40 ڈالر

لائف ممبرشپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک:-/600 پاؤنڈ۔-/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ : **Mr. RAZIUR RAHMAN**
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۱۱۴/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن-۲۲۶۰۱۸-یوپی، انڈیا۔ فون نمبر: Ph:0522-4079758

MonthlyALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA

e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک
اتوار کو آفس بند رہتا ہے۔۔۔۔۔

خلیل الرحمن سجاد کے لئے پرنٹر وپبلشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسیٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۱۱۴/۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

نگاہِ اولیں

—— مدیر

مملکت عربیہ سعودیہ اور (قطر کو چھوڑ کر) دوسری خلیجی ریاستوں سے جو خبریں گزشتہ کئی ماہ سے مسلسل آرہی ہیں، ان کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں جو شدید تشویش اور اضطراب و بے چینی پھیل رہی ہے وہ بالکل فطری ہے —— مصر کی تاریخ میں پہلی بار ایک آزادانہ اور شفّاف انتخاب میں، بلکہ مسلسل کئی مرحلوں میں مکمل ہونے والے انتخابات میں، کامیاب ہو کر تشکیل پانے والی حکومت کو اقتدار سے محروم کرنے میں جو کردار خلیجی حکومتوں نے ادا کیا، اس کی خبروں نے ہی دنیا بھر کے جمہوریت لوگوں، بالخصوص حسّاس اور دردمند مسلمانوں کو سخت صدمہ پہونچایا تھا—— اور اب حال میں جب سے یہ خبریں آئی ہیں کہ ان ملکوں کی حکومتوں نے ''الاخوان المسلمون'' کو ایک دہشت گرد گروہ قرار دے دیا ہے، ملت کے باشعور اور باخبر طبقے کی فکرمندی اور اضطراب میں، بجا طور پر، مزید شدّت آگئی ہے —— دوسری طرف وہ حضرات ہیں جو مختلف مصالح کو پیش نظر رکھ کر یہ موقف اختیار کر رہے ہیں کہ عالم اسلام کی اس صورت حال کے سلسلہ میں ہمیں زیادہ جذباتی رخ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ اور سعودی حکمراں خاندان کی خوبیوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے—— یہ حلقہ زیر لب ہی سہی یہ بھی کہتا ہوا سنائی پڑتا ہے کہ ان حالات کی ذمہ داری ''اخوان'' کی توسیع پسندانہ غیر حکیمانہ اور جلد بازی پر مبنی پالیسیوں اور طرز عمل پر بھی ڈالی جانی چاہئے——

اور تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ بعض قریبی لوگ اس کا اندیشہ ظاہر کرنے لگے ہیں کہ مذکورہ بالا دونوں حلقوں اور ان کے مبینہ افکار وخیالات کی وجہ سے خود ہمارے دینی وعلمی حلقوں میں اور ممتاز اہل علم ودانش اور مرکزی اداروں میں انتشار واختلاف کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے —— اور یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ اس اختلاف وانتشار سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی —— مختلف مدارس سے اس طرح کی خبریں آرہی ہیں کہ وہاں کے نوجوان طلبہ کا زیادہ تر وقت آج کل ان ہی موضوعات اور اور مختلف ومتضاد نقطہائے نظر کے بارے میں باہم بحث ومباحثہ میں گذر رہا ہے —— یہاں تک کہ بعض طلبہ اپنے قابل

احترام اساتذہ میں سے کچھ کو ضمیر فروشی، بزدلی منافقت اور مفاد پرستی جیسی بیماریوں میں مبتلا قرار دے رہے ہیں، اور کچھ کو نری جذباتیت، مزاجی اشتعال پسندی اور خود رائی اور حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی جیسی خصلتوں کا حامل قرار دے رہے ہیں۔

بلا شبہ ملت اسلامیہ کی تاریخ کے نازک ترین موڑ پر پیش آنے والی اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ عالم اسلام کو اور خود اپنے اداروں کو اس نئے اور شدید اختلاف سے بچانے کے لئے جو کچھ بھی کیا جاسکے کیا جائے۔

راقم الحروف کے خیال میں ہمارے ملک میں دار العلوم ندوۃ العلماء ہی ایک ایسا ادارہ ہے جس کا رابطہ سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں کے سرکاری، دینی، علمی اور ادبی حلقوں سے بھی رہا ہے اور دوسری طرف الاخوان المسلون کے زعماء اور انکی ممتاز شخصیات سے بھی سب سے زیادہ رابطہ ندوۃ العلماء اور اس کے ممتاز اہل علم وقلم ہی کا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ ندوۃ العلماء کے اکابر علماء ان دونوں کے ساتھ اپنے دیرینہ روابط کو استعمال کر کے ان دونوں کے درمیان مصالحت ومفاہمت کی فضا قائم کرنے کی ایک بھرپور کوشش کرتے ——

صرف اسی طرح کی ایک مثبت کوشش کے ذریعہ اخوان کی قیادت کو بھی خلوص ومحبت کے ساتھ یہ سمجھانے کی کوشش کی جاسکے گی؛ کہ ابھی دعوت واصلاح اور ہر شعبۂ زندگی کو درکار افراد کار کی بہت بڑی تعداد کی تیاری کا کام باقی ہے۔ گہری منصوبہ بندی، صبر واستقلال اور سخت محنت کے ذریعہ ابھی فوج، پولیس، عدلیہ، شعبۂ مالیات، ملکی محاصل، اور نظم ونسق سے لیکر خارجی سیاست تک کے مختلف شعبوں کے لئے ایسے لوگ تیار کرنے ہونگے جو دولت کے حریص اور اقتدار کے بھوکے نہ ہوں اور جو اپنی قوم اور اپنے ملک کے عوام کے سچے خیر خواہ ہوں —— نیز اسی رابطے کے ذریعہ دوسری طرف کے دینی، علمی اور سرکاری حلقوں کی نمائندہ شخصیات کو بھی اپنی ذمے داریوں کی ادائیگی کے بہتر طریقوں کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا جاسکے گا، نیز پوری ملت کی توقعات اور فکرمندیوں بلکہ غم وغصّے اور شدید اور بجا تشویش سے ان کو آگاہ کیا جاسکے گا۔

راقم کے خیال میں اگر بالفرض یہ مصالحتی کوشش عالم اسلام میں پھیلتی ہوئی خانہ جنگی کو روکنے میں اور دونوں فریقوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں عملی طور پر کامیاب نہ بھی ہوئی تب بھی اتنا فائدہ تو (انشاء اللہ) ضرور ظاہر ہوگا کہ ایک اور عنوان سے خود ہماری اپنی صفوں میں بڑھتے ہوئے افتراق وانتشار کو روکنے میں اس اقدام سے مدد ملے گی۔

کاش کہ ہماری یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہو، اور ندوۃ العلماء کے اکابرین اس پر توجہ دیں۔

پارلیمانی انتخاب اور مسلمانوں کی حکمت عملی:

آئندہ ماہ اپریل و مئی میں ہمارے ملک میں پارلیمانی الیکشن ہونے والے ہیں — صرف الیکشن کے ذریعہ ملک میں بہتر تبدیلی لائی جاسکتی ہے، ہمارے نزدیک یہ خیال درست نہیں بار بار کا تجربہ اس حد تک یہ بات ثابت کر چکا ہے کہ اب اس کے لئے کسی تفصیلی استدلال کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی — تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انتخابی عمل کی طرف سے پوری طرح صرف نظر کرلیا جائے، ملک وملت کے حالات میں بہتر تبدیلی لانے کے لئے زندگی کے مختلف شعبوں میں جس جدوجہد کی ضرورت ہے اس کے لئے ملک میں ماحول سازگار رہے اور حالات ایسے رخ پر نہ چلے جائیں کہ جو کام ہو رہا ہے وہ بھی نہ ہو سکے، اِس مقصد کے لئے ملک کے منظر نامے پر نظر رکھنا، اور ایسی تدبیر اختیار کرنا جن سے ملک وملت کی خدمت کے مختلف کاموں کو جاری رکھنے اور مزید آگے بڑھانے میں مدد ملے، عقل اور شریعت دونوں کی رو سے ضروری ہے۔

موجودہ حالات پر نظر رکھنے والے یہ بات صاف محسوس کر رہے ہیں کہ کچھ بیرونی اور ملکی طاقتوں کے اشارے پر میڈیا کے بھرپور تعاون سے کھلے ہوئے فرقہ پرست اور فسطائی عناصر کو ملک کا اقتدار سونپنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے — حالانکہ زمینی صورت حال یہ بتاتی ہے کہ اگر ہر ہر سیٹ پر ووٹ ڈالنے والوں نے اس کا خیال رکھا کہ ان کا ووٹ منقسم نہ ہو اور ملک وملت کے کھلے ہوئے دشمنوں کی یہ سازش کامیاب نہ تو ایک بار پھر ایسے نتائج سامنے آسکتے ہیں جن سے ان عناصر کے حوصلے پست ہو جائیں — اور آئندہ کے لئے ملک و ملت کے بہی خواہوں کے لئے مختلف میدانوں میں مثبت تعمیری جدوجہد کا جاری رکھنا اور کام کو آگے بڑھانا آسان ہو جائے — یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ووٹ ڈالتے وقت جذبات کے ٹھنڈے دل دماغ سے سوچ بچار اور عقل و تدبر سے کام لینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیر کاندھلوی الی رحمۃ اللہ!

ابھی ابھی ۱۸ مارچ ۱۲ بجے دوپہر جبکہ شمارہ مکمل ہو کر پریس جانے والا تھا کہ یہ خبرِ وحشت اثر آئی کہ حضرت مولانا محمد زبیر کاندھلوی واصل بحق ہو گئے — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ حضرت مولانا محمد زبیر کاندھلوی تبلیغی جدوجہد کے تیسرے امیر عظیم عالم ربّانی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے اکلوتے صاحبزادے تھے اور اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ کے ساتھ ملکر

اس عظیم ایمانی تحریک کی شورائی امارت سنبھالے ہوئے تھے، اور اپنے حلم و بردباری، کم گوئی و تدبّر جیسے مختلف اوصاف کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے — سردست تو یہ راقم اپنی طرف سے اور پورے خانوادۂ نعمانی والفرقان کی طرف سے مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی اور تمام اہل خانہ و متعلقین سے اور مرکز نظام الدین کے تمام اکابرین اور دعوت وتبلیغ کی عظیم جدو جہد سے تعلق رکھنے والے تمام حباب کی خدمت میں کلماتِ تعزیت پیش کرتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے ساتھ رحمت ومغفرت کا معاملہ فرمائے اور قرب کے اعلیٰ درجات عطاء فرمائے۔ امید ہے کہ ہمارے محترم قارئین بھی دعاؤں اور ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام فرمائیں گے۔

☆☆☆

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

۸۲ سالوں سے شائع ہونے والا یہ رسالہ، صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ یہ ایک مکتبہ فکر ہے۔

یہ ایک تحریک ہے، یہ دین کی بنیادی دعوت کا ترجمان ہے۔

غیرت وحمیّت، نیز مومنانہ بصیرت کا علمبردار ہے۔ قدیم صالح، جدید نافع کا حسین امتزاج ہے۔

سالہا سال سے لگاتار آج تک یہ امت کی رہنمائی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ

زیادہ سے زیادہ لوگ اِس سے فائدہ اُٹھائیں، تو آپ بھی اِس کارِخیر میں ہمارے ساتھ شامل ہوکر ہمارا تعاون کریں،

۞ سالانہ خریدار بنیں۔ ۞ اپنے کسی دوست، رشتہ دار یا اپنے محلہ کی مسجد کے لئے اپنی طرف سے رسالہ جاری کروائیں۔ ۞ اپنے یا اپنے سے متعلق کسی شخص کے حلال کاروبار وغیرہ کا اشتہار رسالہ میں شائع کروائیں۔

ہم سے رابطہ کریں:

دفتر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، 114/31، نظیر آباد لکھنؤ، فون 0552-4079758

خانقاہِ نعمانیہ مجددیہ، مداپور، نیرل، تعلقہ کرجت، رائے گڑھ (مہاراشٹر) موبائل 07744960574

محفل (۱۳۶) سورۃ المائدۃ (۱۴)

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہٗ

نصاریٰ کو فہمائش کہ تثلیث کا عقیدہ اپنا کر وہ کفر کے مرتکب ہوئے ہیں

وقت ہے، اِس غُلو سے باز آکر توبہ کرلیں کہ اللہ غفورٌ رَّحیم ہے

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيمِ   بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ ؕ وَقَالَ الۡمَسِيۡحُ يٰبَنِىۡۤ
اِسۡرَآءِيۡلَ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ ؕ اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ
الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۞۷۲ لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ
اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهُوۡا عَمَّا يَقُوۡلُوۡنَ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۞۷۳ اَفَلَا يَتُوۡبُوۡنَ اِلَى اللّٰهِ
وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۞۷۴ مَا الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ
خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيۡقَةٌ ؕ كَانَا يَاۡكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ
نُبَيِّنُ لَهُمُ الۡاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرۡ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ۞۷۵ قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَمۡلِكُ لَـكُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۞۷۶ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا
تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ غَيۡرَ الۡحَـقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَهۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا
كَثِيۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ۞۷۷ لُعِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَلٰى
لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ۞۷۸ كَانُوۡا لَا
يَتَنَاهَوۡنَ عَنۡ مُّنۡكَرٍ فَعَلُوۡهُ ؕ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ۞۷۹ تَرٰى كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا
اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨١﴾

ترجمہ

بیشک کفران لوگوں نے کیا جنھوں نے کہا کہ خدا ہی مسیح بن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب۔ اور یہ کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرائے گا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور کوئی بھی مددگار ظالموں کا نہ ہو گا(۷۲) بیشک کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے۔ اور اگر وہ اپنے اس قول سے باز نہ آئے تو جو لوگ بھی ان میں کافر رہیں گے انھیں ضرور ایک درناک عذاب پکڑے گا(۷۳) کیا پھر بھی یہ اللہ کی طرف رجوع نہیں ہوتے اور مغفرت نہیں مانگتے ؟ اور اللہ تو بہت بخشنے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے(۷۴)

مسیح بن مریم تو بس ایک رسول ہیں (اور) کتنے ہی رسول ان سے پہلے اور گزرے۔ اور ان کی ماں ایک صدّیقہ تھیں۔ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھو کیسی صاف دلیلیں ہم ان پر کھول رہے ہیں۔ پر دیکھو کہ وہ کدھر کو اُلٹے جارہے ہیں (۷۵) کہو کیا اللہ کو چھوڑ کر ایسی ہستی کو معبود بناتے ہو جو نہ کوئی نقصان تم کو پہنچانے کا اختیار رکھتی ہے نہ نفع پہنچانے کا۔ اور اللہ ہی ہے جو سننے والا جاننے والا ہے(۷۶) کہو کہ اے اہلِ کتاب اپنے دین میں ناحق کا غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی من مانی باتوں پر نہ چلو جو اس سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور دوسرے بہتوں کو گمراہ کیا۔ اور راہِ راست سے بھٹک گئے(۷۷)

وہ لوگ کہ جنھوں نے کفر بنی اسرائیل میں سے کیا اُن پر لعنت اللہ کی ہوئی زبانِ داؤد اور زبانِ عیسیٰ بن مریم سے۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمان ہوئے اور حد سے بڑھا کرتے تھے۔ باز نہیں آیا کرتے تھے اس برائی سے جو وہ کرنے لگتے (۷۸) کیا ہی برا تھا جو وہ کررہے تھے(۷۹) تم بہتوں کو ان میں دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ بیشک بُرا توشہ

ہے جو انھوں نے اپنے لئے آگے بھیجا کہ اللہ ناراض ان سے ہوا اور عذاب ہی میں ہمیشہ کو وہ رہا کریں گے (۸۰) یہ اگر فی الواقع ایمان اللہ اور نبی پر اور جو کچھ نبی پر نازل کیا گیا اس پر رکھتے ہوتے تو ان (کافروں) کو دوست انھوں نے نہ بنایا ہوتا، لیکن ان کی تو اکثریت نافرمان ہے (۸۱)

نصاریٰ اور ان کا عقیدۂ تثلیث

بنی اسرائیل یا اہلِ کتاب میں یہود کا جو رویہ دعوتِ اسلام کے مقابلہ میں تھا وہ تو تھا ہی، نصاریٰ بھی ایسے خوش نصیب ثابت نہ ہوئے کہ اس دعوتِ حق کی روشنی میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کرلیں۔ اس دعوت کی راہ میں مزاحم ہونے کے المناک یہودی رویوں کا تذکرہ چلتا اور ان پر حجت تمام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو، بنی اسرائیل یا اہلِ کتاب کے عنوان میں اشتراک سے، نصاریٰ بھی حقدار ہو جاتے ہیں کہ حق کی 'بقدرِ ضرورت' یاددہانی ان کے حصہ میں بھی آئے۔ سورہ کی گزشتہ آیتوں میں بھی اسی طور پر یہود کے ساتھ نصاریٰ کا تذکرہ آتا رہا ہے۔ مذکورہ بالا آیتوں میں ایک بار پھر انھیں یاد فرمالیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: کیا غضب ہے کہ اُس مسیح کو خدا بنالیا گیا ہے جو ہانکے پکارے کہتا رہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے۔ اور یہ کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک ٹھیرائے گا وہ دوزخ کی آگ کا کُندہ ہوگا اور کوئی مددگار اس کا نہ ہوگا کہ رہائی دلا سکے۔

آگے وہ عقیدہ جو ان لوگوں نے مسیح علیہ السلام کی ''خدائی'' کے بارے میں تراش رکھا تھا اُسے انہی کے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ صریح کفر ہے: **لَقَد کَفَرَ الَّذینَ قالُوا انّ اللّٰہَ ثٰلِثُ ثٰلٰثَۃٍ** (وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے انھوں نے قطعی طور پر کفر کیا ہے۔

مسیح بنِ مریمؑ کی حقیقت

یہ ''تین'' ان لوگوں کی زبان میں ''باپ، بیٹا اور روح القدس'' ہیں۔ گویا تینوں اپنی اپنی جگہ برابر کے خدا، یعنی معبودِ برحق ہیں۔ فرمایا: **وَ مامِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اِلٰہٌ واحِدٌ** نہیں، حقیقت میں معبود فقط ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ لوگ اگر اس قول سے باز نہ آئے اور کفر پر جمے رہے تو شدید عذاب میں گرفتاری ان کا مقدّر ہے''۔ مگر اللہ کی رحمت نہیں چاہتی کہ اولادِ آدم میں کوئی دوزخ کا کندہ بنے۔ پس فرمایا جارہا ہے: **اَفَلا یَتُوبُونَ اِلَی اللّٰہِ وَیَستَغفِرُوْنَہٗ**۔۔۔ (تو کیا اس کے بعد بھی ایسا نہ ہوگا کہ یہ لوگ اللہ کی طرف

رجوع ہوں اور توبہ کر کے معافی چاہیں؟ اور کون نہیں جانتا کہ اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔)

توبہ کیوں انھیں اپنے عقیدہ سے کرنی چاہئے اور کیا عقیدہ انھیں مسیح کے بارے میں رکھنا چاہئے؟ اس کے بیان میں فرمایا گیا: مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔۔۔۔ (مسیح تو بس ایک رسول تھے۔ اور کوئی پہلے رسول نہ تھے کہ رسول کے معنیٰ سمجھنے مشکل ہوں۔ کتنے رسول ان سے پہلے آچکے اور جا چکے تھے۔ اور ان کی ماں مریم علیہا السلام بھی انسان اور بس صدیقیت (بارگاہِ حق میں مقبولیت) کا درجہ رکھتی تھیں۔) تو ان کے پیٹ سے پیدا بجز انسان اور کیا ہوا؟

مزید ہندی کی چندی: کانا یأکُلانِ الطعامَ۔ (دونوں کھانا کھایا کرتے تھے)۔ سو کہاں خدائی اور کہاں عام جانداروں کی طرح کھانے پینے کی حاجت! وہ حاجت کہ اس کے ساتھ کچھ وہ دوسری حاجتیں بھی آتی ہیں جن کا ذکر انسان اپنے بارے میں بھی اشارے کنائے میں کرتے ہیں۔ تو کیا اس کے بعد بھی آپ کی خالص بشریت ماننے میں کوئی رکاوٹ رہ جانی چاہئے؟ فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ؟ انصاف کرو، کیسی صاف دلیل اور کیسا کھلا نشان ان کی بشریت کا سامنے رکھا جا رہا ہے، پھر بھی دیکھو کہ کیسے اوندھے جا رہے ہیں!

یہ بات کہ حضرت مسیح علیہ السلام کھانا کھاتے تھے۔ ایسی نہیں کہ نصاریٰ بے خبر رہے ہوں۔ یہ انجیلوں میں موجود ہے۔ انجیل متّی میں آپ کی گرفتاری کا جو بیان آیا ہے جس کے بعد صلیب کا قصہ آتا ہے۔ یعنی اس دنیا میں آپ کا بالکل آخری وقت، اس میں بھی آپ کے کھانے کا ذکر موجود ہے:

> اور عیدِ فطیر کے پہلے دن شاگردوں نے یسوع کے پاس آکر کہا کہ تو کہاں چاہتا ہے کہ ہم تیرے لئے فسح کھانے کی تیاری کریں؟ اس نے کہا شہر میں فلاں شخص کے پاس جا کر اس سے کہنا اُستاد فرماتا ہے کہ میرا وقت نزدیک ہے۔ میں اپنے شاگردوں کے ساتھ تیرے یہاں عیدِ فسح کروں گا۔ اور جیسا یسوع نے شاگردوں کو حکم دیا تھا انھوں نے ویسا ہی کیا اور فسح تیار کیا۔ جب شام ہوئی تو وہ بارہ شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تھا۔۔۔۔ (باب ۲۶: ۱۷ تا ۲۱)

جو مالکِ نفع وضرر نہیں وہ کیسا معبود؟

الوہیت کی سب سے بڑی شان جس کے آگے مخلوق کو عبدیت اختیار کرنی اور گردن جھکانی ہی پڑتی

ہے مالکِ نفع وضرر ہونا ہے۔ اناجیل میں حضرت مسیح کی زندگی اس کی بھی شہادت دیتی ہے کہ آپ خود اپنی ذات کے لئے بھی نفع ونقصان کے مالک نہ تھے۔ اور یہ شہادت بھی اسی عیدِ فسح کے قصہ سے مل جاتی ہے۔ مندرجہ بالا اقتباس کے آگے (آیت ۲۲) میں آتا ہے "اور جب وہ کھا رہے تھے تو اس نے کہا کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا۔" یعنی آپ جان رہے تھے کہ ان بارہ میں سے کوئی آپ کو ان سرکشوں یہودی ربّیوں کے ہاتھوں پکڑوانے کی سازش کئے ہوئے ہے جو آپ کی جان کے درپے ہیں، اور شکوہ فرما رہے ہیں، مگر اس پر قادر نہ ہوئے کہ سازش میں اسے ناکام بنا دیں۔ ۱؎ پس قرآن کہتا ہے: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (تم اللہ سے ورے ایک ایسی ذات کو معبودیت کا درجہ دے رہے ہو جو کسی نفع وضرر کا اختیار تمہارے لئے نہیں رکھتی! پھر کیسی معبودیت؟ آگے فرمایا وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ ان الفاظ میں (صاحبِ کشاف کے مطابق) تنبیہ فرمائی گئی کہ یاد رہے اللہ سننے جاننے والا ہے۔ تمہارا یہ عمل اس پر کھلا ہوا ہے۔

دینی معاملات میں غلو بے حد خطرناک!

حضرت مسیح کے حوالہ سے نصاریٰ کے اختیار کردہ عقائد کی تردید میں یہ جو کچھ فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ آپؑ کا مرتبہ فقط اللہ کے ایک رسول کا تھا۔ اور آپ نے خود اپنی حقیقت یہی بتائی تھی، تم نے اپنی طرف سے انھیں بڑھا کر اللہ کا ہم مرتبہ بنا دیا۔ یہ وہ بات ہے جسے غلو اور افراط کہا جاتا ہے۔ یوں تو یہ ہر معاملہ ہی میں ایک غلط رویہ ہے لیکن معاملہ دین کا ہو، تب تو تو تباہ کُن۔ پس معاملہ کی اسی جڑ پر انگلی رکھتے ہوئے مزید فرمایا جا رہا ہے: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔۔ "

(اے اہلِ کتاب اپنے دین کے معاملہ میں غلو نہ کرو اور اللہ کے ذمہ میں کوئی ناحق بات نہ لگاؤ۔۔۔)

لیکن یہ غلو ان لوگوں کا ایجاد کردہ تو تھا نہیں جن سے قرآن مخاطب ہے۔ یہ تو نسل در نسل "بزرگوں" سے چلا آ رہا تھا۔ اور یہ چیز ہر گمراہی کے صحیح ہونے کی دلیل بن جاتی ہے۔ گمراہی کا یہی جال توڑنے کے لئے فرمایا: وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ۔۔۔ (اور پیچھے گزرے ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو خود گمراہ ہوئے او پھر وہ دوسروں کو گمراہ ہی کر سکتے تھے سو وہ کیا۔) پیروی کرنا تھی اس کتاب کی جس کے حوالہ سے "اہلِ کتاب" ہوئے مگر اسے پسِ پشت ڈال گزرے ہوئے لوگوں کے طور طریقوں ہی کو مرجع اور معیار ٹھیرا لیا۔ حالانکہ ان میں بہت سے گمراہی میں جا پڑے ہوتے ہیں۔ سورۂ بقرہ (آیت ۱۰۱) میں یہ

بات یہود کے تذکرہ میں بہت صاف طور سے بایں الفاظ آئی ہے: نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ (یہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ان کے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو ایسے پسِ پشت ڈالا کہ جیسے جانتے ہی نہ ہوں اور پیروی شیاطینی تعلیم کی اختیار کی۔۔۔)

یہود کا عبرت انگیز حال

آگے عبرت کے لئے یہود کے ایسے رویّوں کے انتہائی برے انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے۔لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۔۔(بنی اسرائیل کے جو لوگ کفر کے مرتکب ہوئے ان پر لعنت اللہ کی آئی داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی، یہ ان کے نافرمان ہوجانے اور حدوں سے گزر جانے کی بنا پر۔جس برائی میں پڑ جاتے اس سے پھر باز نہ آتے تھے۔۔۔۔) حضرت داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کا مطلب ان کے، صحائف زبور و انجیل، میں اس لعنت و غضب کا بیان۔اور یہ اُن میں آج بھی جا بجا موجود ہے۔مثلاً زبور (باب ۷۸: ۵۶ تا ۶۴)

> ''۔۔۔تو بھی انھوں نے خدا تعالیٰ کو آزمایا اور اس سے سرکشی کی اور اس کی شہادتوں کو نہ مانا۔بلکہ برگشتہ ہو کر اپنے باپ دادا کی طرح بے وفائی کی۔اور دھوکہ دینے والی کمان کی طرح ایک طرف کو جھک گئے۔۔۔۔خدا یہ سن کر غضبناک ہوا اور اسرائیل سے سخت نفرت کی۔سو اس نے سیلا کے مَسکن کو ترک کر دیا۔یعنی اس خیمہ کو جو بنی آدم کے درمیان کھڑا کیا تھا۔اور اس نے اپنی قوت کو اسیری میں اور اپنی حشمت کو مخالف کے ہاتھ میں دیدیا۔اس نے اپنے لوگوں کو تلوار کے حوالہ کر دیا۔وہ اپنی میراث سے غضبناک ہو گیا۔آگ ان کے جوانوں کو کھا گئی۔اور ان کی کنواریوں کے سہاگ نہ گائے گئے۔ان کے کاہن تلوار سے مارے گئے۔''

اور متّی کی انجیل (باب ۲۳۔۲۹ تا ۳۶) میں:

> '' اے ریا کار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ، دادا کے زمانے میں ہوتے تو نبیوں کے خون پر ان کے شریک نہ ہوتے۔اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ تم

نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو۔ غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھر دو۔ اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیوں کر بچو گے؟ اس لئے دیکھو میں نبیوں اور داناؤں اور فقیہوں کو تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔ ان میں سے بعض کو تم قتل کرو گے اور مصلوب کرو گے اور بعض کو اپنے عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر بشہر ستاتے پھرو گے۔ تاکہ سب راستبازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آئے۔''

آخری آیت بظاہر اسی لعنت کا اثر بیان کر رہی ہے کہ ایمان کا کوئی اثر ہی ان پر نہ رہا۔ فرمایا: تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط لَبِئْسَ ما قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ۔ (ان میں سے بیشتر کو تم دیکھو گے کہ کافروں کے دوست (تمھارے مقابلہ میں) بنے ہوئے ہیں۔ سو کیا ہی برا توشہ انھوں نے آخرت کے لئے لیا ہے۔ یعنی اللہ کی ناراضگی اور سدا کا عذاب۔) لو كانوا يؤمنونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فاسِقُونَ (دعوے کرتے ہیں مؤمن ہونے کے لیکن اللہ و رسول پر ان کو ایمان نصیب ہوتا تو کبھی ان کافروں کو (بمقابلۂ اہلِ ایمان) دوست نہ رکھتے۔ آیت میں 'النبی' کا لفظ تشریح طلب ہے۔ یہ قرآن میں جہاں بھی آیا ہے آنحضرت ﷺ کے لئے آیا ہے۔ مگر یہاں بات یہود کے ایمان کی ہو رہی ہے، جو آپ کے تو کھلے منکر تھے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ ہی یہاں بھی مراد ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خاص ان یہود سے متعلق بات ہے جو منافقانہ طور آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ ورنہ اگر بات جملہ یہود سے متعلق ہو تو پھر یہاں 'النبی' کا مصداق حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں، والعلم عند اللہ۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم

صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا عمل یقیناً وسیلۂ نجات ہوتا ہے

[دورِ حاضر میں ہمارے ملک میں اہل دل اور راسخ فی العلم علماء میں حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم کا نام نامی شاید سرفہرست ہے۔ گجرات کے مشہور ادارہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے آپ شیخ الحدیث بھی ہیں اور وہاں کے شعبۂ افتا کی صدارت بھی آپ ہی کے سپرد ہے۔ فقہ و حدیث کی خدمت کے علاوہ اللہ تعالی ان سے بہت ہی وسیع پیمانے پر اصلاح و تربیت کا کام بھی لے رہا ہے، انھیں حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اس میدان میں بھی خصوصی استفادہ کی سعادت حاصل ہے۔ کافی عرصہ سے سورت کی ایک مسجد میں امام نووی کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کو سامنے رکھ کر ان کے درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے جو الحمدللہ ''حدیث کے اصلاحی مضامین'' کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع کیا جا رہا ہے، ابھی تک اس کی کل ۱۰ جلدیں شائع ہو چکی ہیں —— ابھی حال ہی میں راقم سطور، گجرات کے ایک سفر کے دوران ان کی زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے ازراہ کرم کتاب کی اب تک مطبوعہ تمام جلدیں عنایت فرمائیں —— ذیل میں اسکی پہلی جلد میں سے چند صفحات اپنے قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔

حضرت موصوف کے علمی و روحانی مقام سے اپنے قارئین کو کسی حد تک واقف کرانے کی غرض سے دور حاضر کے عظیم فقیہ و عارف باللہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم

لاجپوریؒ کی اس تحریر کے دو اقتباسات پہلے پیش کئے جاتے ہیں جو انہوں نے پہلی جلد پر بطور تقریظ لکھے تھے:

''درس حدیث کا ہو اور صاحب درس ایک صالح، خدا ترس، پرہیز گار وفا شعار اور عالم باعمل انسان ہو، جس کی طبیعت میں سادگی، فکر آخرت ہو، دنیا سے دوری ہو اور امت وملت کا درد ہو یعنی عزیز مکرم مولانا مفتی احمد خان پوری (سلمہ اللہ وزادہ علماً وعملاً) تو اس درس میں جتنی خوبیاں جمع ہوں، قرین قیاس ہے۔۔۔۔۔

عزیز موصوف سے قدیم شناسائی ہے، دارالعلوم اشرفیہ میں دور طالب علمی میں پابندی سے گھر پر آتے، جو وقت طلبہ کے قیلولہ کا ہوتا ہے یہ اس میں نقل فتاوی کا کام کرتے، سالانہ تعطیلات میں زیادہ سے زیادہ ایام میرے پاس گزارنے کی کوشش کرتے۔۔۔۔۔،

یاد رہے کہ یہ گواہی ایک شاگرد کے بارے میں اس کے استاذ ومربّی کی ہے۔اور وہ بھی وہ جسکی ثقاہت اور علمی احتیاط ضرب المثل ہے۔یہ راقم یہاں اس بات کی بھی صراحت کر دینا چاہتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کی شخصیت کے بارے میں یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئی ہیں کہ ہمارے وہ نوجوان علماء کرام جو کسی مرشد ومربی کی تلاش میں ہوں وہ انکی طرف متوجہ ہوں اور مقدور بھر استفادہ کی کوشش کریں، ؎

دیکھ لو کہ پھر نہ دیکھ سکو گے
غالب خوش خصال کی صورت

[مدیر]

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگلی امتوں کے تین آدمی سفر کے لئے چلے یہاں تک کہ شب باشی کے لئے ایک غار کے اندر پناہ لی۔بعض روایتوں میں آتا ہے کہ بارش آئی تو پناہ حاصل کرنے کے لئے غار میں داخل ہوئے۔دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں، بارش بھی آئی اور رات بھی قریب ہوگی تو رات بھی وہیں گزارنا طے کرلیا، چنانچہ اس غار

میں گئے تو پہاڑ کے اوپر سے کوئی پتھر لڑھک کر آیا اور اس نے غار کا جو دہانہ اور دروازہ تھا اس کو پورا بند کر دیا مکمل فٹ ہو گیا، ذرہ برابر بھی جگہ نہیں چھوڑی، اب انہوں نے سوچا کہ باہر آواز بھی نہیں جا سکتی اور یہاں کون بچانے کے لئے آئے گا، اب کیا تدبیر اختیار کی جائے، تو انہوں نے آپس میں کہا: اس چٹان کی وجہ سے آنے والی مصیبت سے کوئی بچا نہیں سکتا؛ سوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کریں۔

اللہ کے نیک بندوں کا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو وسیلہ پیش کیا جاتا ہے اس میں بھی دراصل اعمالِ صالحہ ہی کا وسیلہ ہوتا ہے، ان کی شخصیتوں کا نہیں ہوتا۔ اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ تعلق رکھنا بھی نیکی ہے یعنی اے اللہ! ہمیں تیرے ان نیک بندوں کے ساتھ جو تعلق ہے تو تیری اس رحمت کے وسیلے سے میں سوال کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے تو اس میں بھی یہ ہے کہ نبی آخر الزماں اور اللہ کے محبوب کے ساتھ جو محبت اور تعلق ہے، وہ بھی ایک نیکی کا کام ہے تو گویا ایک نیک عمل کا وسیلہ اختیار کیا گیا کہ اے اللہ! تیری اس رحمت کے واسطے سے میں یہ سوال کرتا ہوں۔

بوڑھے ماں باپ کا سعادت مند بیٹا

خیر! ان تینوں نے کہا کہ اپنے اپنے نیک عمل یاد کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، چنانچہ ایک آدمی نے دعا شروع کی، **اللھم کان لی ابوان شیخان کبیران**، اے اللہ! میرے ماں باپ بہت زیادہ بوڑھے تھے اور میں صبح یا شام کو ان سے پہلے دودھ نہیں پیتا تھا اور نہ اپنے گھر والوں کو پلاتا تھا اور نہ اپنے مویشیوں کو کچھ کھلاتا تھا، ایک روز بکریاں چرانے کے واسطے گیا تو بکریوں کے لئے چارے کی تلاش میں دور پہنچ گیا اور شام کو جب لوٹا تو دونوں سو چکے تھے، میں نے ان کے لئے دودھ دوہا اور جب لے کر حاضر ہوا تو وہ سوئے ہوئے تھے، میں نے ان کو اٹھانا اور ان کی نیند خراب کرنا مناسب نہیں سمجھا، ایک طرف تو یہ صورتِ حال تھی اور دوسری طرف میں نے یہ بھی ناپسند کیا کہ میں یا میرے گھر والے ان سے پہلے دودھ پی لیں، یہ بھی مجھے گوارہ نہیں ہوا، اس لئے میں اسی حالت میں ان کے پاس دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر انتظار کرتے ہوئے کھڑا رہا کہ وہ جاگیں گے تو میں ان کو پلاؤں گا اور میرے بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے لیکن میں نے ان کو بھی نہیں پلایا کہ جب تک ماں باپ نہیں پئیں گے وہاں تک ان کو بھی نہیں دوں گا، پوری رات گزر گئی یہاں تک کہ صبح طلوع ہوئی تو وہ بیدار ہوئے اور انہوں نے دودھ پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمارے اوپر سے اس چٹان کو کھول

دے۔ چنانچہ اس دعا کی وجہ سے وہ چٹان کچھ کھسک گئی ،لیکن اتنی نہیں کہ اس میں سے یہ حضرات باہر نکل سکیں۔ پھر بھی باہر کی کچھ ہوا اور روشنی آنے لگی۔

یہاں تو یہی بتلانا ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کے واسطے جو عمل کیا تھا جو شائد ایک ظاہر بین کے خیال میں کوئی بہت بڑا عمل نہیں تھا لیکن اللہ کی نگاہ میں وہ بہت بڑا عمل تھا، (یعنی ماں باپ کی محبت اور ان کو ترجیح دینا وہ بھی صرف اللہ کی رضا کے لئے) تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور ان کی جان بچائی۔

پرہیزگار عاشق

وقال الاٰخر دوسرے نے دعا شروع کی: اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنی اس چچازاد بہن سے بہت جم کر محبت کرتا تھا جیسا کہ مرد عورتوں سے کرتے ہیں۔ میں نے اس سے مطالبہ کیا کہ تو مجھے خواہش پوری کرنے دے تو اس نے انکار کیا، یہاں تک کہ ایک سال قحط آیا جس میں وہ محتاج اور ضرورت مند ہوئی، تو وہ میرے پاس آئی اور مجھ سے ضرورت طلب کی کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ تو اپنی ذات میرے حوالے کر دے، مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کا موقع دے، اس نے منظور کرلیا، یہاں تک کہ جب میں اس پر پورے طور پر قابو یافتہ ہوا اور میں اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے اس کے سامنے بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور اس مُہر کو اس کے حق کے بغیر مت توڑو یعنی بغیر نکاح کے یہ حرکت مت کر۔ اس کا یہ جملہ سن کر میں اپنی حرکت سے باز آ گیا حالانکہ وہ مجھے بہت زیادہ محبوب تھی اور جو دینار دیئے تھے وہ بھی چھوڑ دیئے اور معاف کر دیئے۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا؛ تو ہم اس وقت جس مصیبت میں گرفتار ہیں اس کو تو ہم سے دور کر دے۔ چنانچہ چٹان کچھ اور کھسکی لیکن ابھی بھی اتنی نہیں ہٹی تھی کہ ہم نکل سکیں۔

اگر صدیقین کا مقام چاہئے تو؟

اس موقع پر شراح بخاری نے لکھا ہے کہ آدمی کی خواہشات میں سب سے زیادہ غالب خواہش اپنی شرم گاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کو پورا کرنے کے واسطے آدمی بڑا سے بڑا جوکھم اٹھانے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ جو آدمی اللہ کی خاطر اپنی اس خواہش کو قابو میں رکھے گا؛ اللہ تعالیٰ اس کو صدیقین میں لکھتے ہیں۔ [اللہ اکبر]

امانت دار سیٹھ

تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے کچھ کام کے لئے مزدور طے کئے تھے اور جب کام ہو چکا تو میں نے سب کی مزدوری چکادی، سوائے ایک آدمی کے کہ وہ اپنی مزدوری لئے بغیر چلا گیا، مزدوری کے طور پر کچھ چاول طے کئے تھے وہ تو بغیر لئے چلا گیا تھا، تو میں نے اس کے مزدوری کے چاول کو بویا اور اس کی پیداوار ہوئی، اس کو پھر بویا، اس سے جو آمدنی ہوئی اس سے گائے اور بکریاں خریدیں۔ مطلب یہ ہے کہ جانور خریدے، اور ان کو چرانے کے لئے غلام چرواہا بھی خریدا، یہاں تک کہ اس سے بہت سارے اموال حاصل ہوئے، جس کو آج کی زبان میں کہتے ہیں (Invest) کیا۔ ایک مدت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! میری اجرت اور مزدوری لا۔ میں نے اس سے کہا: یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام؛ سب تیری مزدوری ہے، یہ سب لے جا۔ اس نے کہا میرا مذاق مت اڑاؤ، میری مزدوری تو تھوڑے سے چاول تھے اور تم یہ سب بتلا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں مذاق نہیں کرتا بلکہ تیری مزدوری کے جو چاول تھے ان کو بویا اس سے جو پیداوار ہوئی اس کو اسی طرح بڑھاتا رہا، بڑھتے بڑھتے یہ کیفیت ہوئی ہے۔ جب اس نے میری یہ بات سنی تو وہ سب لے گیا ایک چیز بھی نہیں چھوڑی۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا اور تجھے راضی کرنے کی خاطر ہی کیا تھا؛ تو ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں اس کو دور کردے۔ چنانچہ اس چٹان کا باقی حصہ بھی کھل گیا اور وہ تینوں حضرات باہر نکلے اور ان کی جان بچ گئی۔

دعا قبول کروانے کا ایک عمل

بہر حال! یہاں تو یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جاتا ہے چاہے وہ کیسا ہی معمولی سا کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس عمل کی بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے اور اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ دعائیں بھی قبول کرتے ہیں۔

چنانچہ دعا کے آداب میں ایک چیز یہ بھی لکھی گئی ہے کہ آدمی دعا کرتے ہوئے اپنے اعمال میں سے کوئی ایسا عمل جو خالص اللہ کے لئے کیا ہو؛ اس کا بھی واسطہ اور وسیلہ دے سکتا ہے، اس کے صدقہ وطفیل میں اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتے ہیں، اگر کوئی ایسا عمل نہ ہو تو دعا سے پہلے کوئی ایسا عمل کرلے اور پھر دعا کرے؛ تب بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

☆☆☆

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

نیا خون

کوئی جسم اس وقت تک تندرست وتوانا نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئے اور صاف خون کی تولید نہ ہوتی رہتی ہو، کوئی درخت اس وقت تک شاداب نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئی نئی پتیاں اور کونپلیں نہ نکلتی رہتی ہوں، امت مسلمہ بھی ایک جسم ہے جس کو ہر دور میں نئے خون کی ضرورت ہے،، اس درخت کو بھی ہر موسم میں ہری بھری شاخوں اور نئی نئی پتیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

امت مسلمہ کا سدابہار درخت ہمیشہ نئی نئی پتیاں اور ہری بھری ڈالیں پیدا کرتا رہا اور لباس بدلتا رہا۔ دماغی صلاحیتوں، سماجی قوت ونشاط، خاندانی ونسلی جوہر، آبائی شرافت، فطری مردانگی وشجاعت کے بڑے بڑے ذخیرے جو اپنی اپنی جگہ صدیوں سے جمع ہورہے تھے اور حقیر حقیر چیزوں اور پست مقاصد میں ضائع ہورہے تھے، اسلام کے ذریعہ اس امت کی طرف منتقل ہوتے رہے اور اسلام کے کام آتے رہے، باغ باغ کے پھول اور چمن چمن کے شگوفے اس امت کے گلدستہ میں نظر آتے اور اپنی بہار دکھاتے ہیں، کوئی ایران کا ہے کوئی خراسان کا، کوئی یمن کا ہے کوئی بدخشاں کا، کوئی مصر کا ہے کوئی اصفہان کا، ہر ایک اپنا خاص رنگ اور اپنے ملک اور قوم کا اور اپنی نسل وخاندان کا اصلی جوہر جو دوسرے ملک وقوم میں نایاب یا کمیاب تھے، اپنے ساتھ لایا اور اسلام کی نذر کیا، اس طرح انسانیت کے چمن کے بہترین پھول اور پھل اسلام کے لئے ڈالی میں لگ کر آئے، اب اسلام صرف نسل عرب اور ان میں سے بھی تنہا خاندان بنی عدنان کے موروثی صفات وکمالات کا مالک نہ تھا بلکہ پوری دنیا کی دماغی صلاحیتوں، فطری شرافتوں اور قومی خصوصیتوں کا سرمایہ رکھتا تھا، اس لئے کوئی ایک قوم یا نسل خواہ وہ کتنی ہی فائق ہو دماغی یا جسمانی حیثیت سے اس کے ساتھ ایک ترازو میں تل نہیں سکتی تھی، اس کے اندر ساری قوموں کا وزن اور اس کے جسم میں دنیا کی تمام نسلوں کا ست آگیا تھا، وہ انسانیت کا جوہر تھا اور نوع انسانی کی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسل وقومیت کے پرستاروں اور اپنی قوم کو خدا کی منتخب قوم سمجھنے والوں کے بالکل برخلاف اس حقیقت کا اعلان فرمایا ہے کہ خدا کی بخشش اور جسم ودماغ، عقل وادراک، فہم وفراست، شرافت ونجابت اور جواں مردی وشجاعت کے فطری عطیے کسی قوم ونسل کے ساتھ مخصوص نہیں؛ فطرت کا یہ سرمایہ نوع انسانی میں بہت پھیلا ہوا ہے، ذہانت وذکاوت، مروت وشرافت، قوت وشجاعت، خدا کی مخلوق میں پوری فیاضی سے تقسیم ہوئی ہے، اس پر کسی ایک قوم یا خاندان کا اجارہ نہیں۔

جس طرح سونے چاندی کی کانیں دنیا کے متعدد ملکوں میں پائی جاتی ہیں اور یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں کہ ان کو اپنے محبوب وطن اور اپنے مقدس ملک کے ساتھ مخصوص کردیں اسی طرح جوہر انسانیت کی کانیں اور انسانی صفات وکمالات کے دفینے بہت سے ملکوں میں پائے جاتے ہیں **"الناس معادن کمعادن الذھب والفضة"** انسان بھی اعلیٰ صفات اور قابلیتوں کی کانیں ہیں جیسے سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں، ویسی ہی قدیم جو ہزاروں برس سے چلی آرہی ہیں، ویسی ہی فطری جس میں انسان کی محنت کو دخل نہیں، ویسی ہی بھرپور اور بیش قیمت جو پورے ملک اور انسانی حدبندیوں سے بے نیاز ہوئی ہیں ویسی ہی مخفی جو بغیر خدمت ومحنت اور تہذیب وتنظیم کے مٹی میں ملی ہوئی ہیں، ویسی ہی کھری اور اصلی، اپنی قیمت اپنے ساتھ رکھنے والی، جو ہر بازار اور ہر صرافہ میں موتیوں کے تول تلیں اور سونے کے مول بکیں۔

اس میں نہ عقیدہ کا اختلاف حارج ہے نہ مذہب وملت کا فرق، سونا سونا ہے اگرچہ کافر کے ہاتھ میں ہو یا مومن کے ہاتھ، ہیرے کے دام ایک ہیں اگرچہ جوہری میلا کچیلا اور بداخلاق ہو یا صاف ستھرا اور مہذب، گوہر شب چراغ بڑھیا کے جھونپڑے اور بادشاہ کے محل دونوں کو روشن کرسکتا ہے **خیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام**، جو جاہلیت میں اپنے ذہن وذکاوت اور فہم وفراست میں ممتاز تھا وہ اسلام میں بھی ان چیزوں میں ممتاز رہے گا، اور میدان جہاد میں دوسروں سے سبقت لے جائے گا البتہ اس کی ضرورت ہے کہ جاہلیت کی ان صفات میں اسلام توازن واعتدال اور نظم وتہذیب پیدا کردے، سونا بہرحال سونا ہے لیکن بازار میں جانے سے پہلے ضرورت ہے کہ اس کو مٹی سے صاف کرکے اور گڑھ کر اور چمکا کر اس کو زیور بنانے کے کام کا بنادیا جائے **"فخیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا فی الدین"** جو ان میں سے جاہلیت میں سب سے بہتر تھے اسلام میں بھی بہتر رہیں گے بشرطیکہ انہیں دین میں درجہ فقاہت (جس کا لازمی نتیجہ اعتدال وتہذیب اور اشیاء کا صحیح تناسب معلوم ہوتا ہے) حاصل ہوجائے۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ اس حکمت نبویؐ کی پوری تصدیق کرتی ہے، سیدنا ابوبکرؓ اسلام سے پہلے بھی

سچائی، نرم دلی، معاملہ فہمی اور اپنی سلامت روی میں ممتاز تھے، اسلام نے ان اوصاف کو اور چمکایا اور ان کو "صدیق" بنادیا، آنکھوں میں نمی اور دل میں محبت کی گرمی پہلے سے موجود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت نے اسی محبت کو ٹھکانہ لگادیا، پروانہ حیران تھا اور اس کو اپنی حیرانی کی خود خبر نہ تھی، شمع نے ان کو نثار ہونا اور جلنا سکھادیا۔ حضرت عمرؓ دلیر اور بیباک تھے، طبیعت کے جری اور ارادہ کے قوی تھے، پورے مکہ کو اس کا علم تھا لیکن اس شجاعت و دلیری کو کوئی بڑا میدان نہیں ملتا تھا، اسلام کو ایک دلیر کی ضرورت تھی جو کفار کے بیچ میں اللہ کی یکتائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعلان کرے، حضرت عمرؓ کی فطری دلیری کو ایک شایانِ شان میدان کی ضرورت تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے مقبول اور اللہ کی توفیق نے ان دونوں میں رشتہ قائم کردیا۔

حضرت عمرؓ اسلام میں آئے تھے تو اپنی شجاعت و دلیری اپنے ساتھ لائے تھے، اسلام نے اس کا اعتراف کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی قدر کی اور اس کو اپنی اصلی جگہ بتائی، حضرت عمرؓ نے اس کو ٹھیک جگہ پر صرف کرکے روم و ایران کی شہنشاہیتوں کو اسلام کے قدموں پر جھکادیا، وہ جاہلیت میں شجاع و دلیر تھے، اسلام میں بھی شجاع و دلیر تھے، اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ **"فخیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا فی الدین"**

اسی بنا پر جب فتنۂ ارتداد کے موقع پر انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے میں احتیاط کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا **"اجبّار فی الجاھلیۃ وخوّار فی الاسلام"** (جاہلیت میں اتنے زوردار تھے اسلام میں اتنے کمزور ہو؟ لیکن یہ ایک عارضی صورت تھی، وہ فطرت کی نمود نہ تھی، تربیتِ احتیاط کی نمود تھی، بہت جلد عمر اپنی فطرت اصلی پر آگئے اور پھر کسی نے ان میں کمزوری نہ دیکھی، حضرت خالد فطری سپہ سالار تھے اور جنگ کے فن میں مجتہدانہ درجہ رکھتے تھے، ان کی قائدانہ قابلیت، حاضر دماغی اور سوجھ بوجھ ہر جگہ اپنا کام کرتی تھی، میدانِ احد میں ان کی موقع شناس ذہانت نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا، وہ اسلام میں آئے تو اپنی جنگی قابلیتوں، فطری مناسبتوں اور میدانی تجربوں کو لے کر آئے، اسلام نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **"سیف اللہ"** کا خطاب دے کر ان کے اس کمال کا رتبہ بلند کیا اور اسلام نے قریش کے مقامی قائد کو دنیا کی سب سے بڑی فاتح سپاہ کا قائد اور یرموک کا فاتح بنادیا، عکرمہؓ ابن ابی جہل کو عرب نخوت خون میں اور ضد و انکار نامور باپ کی میراث میں ملا تھا۔ پہلے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوتا تھا، جب زندگی کا رخ بدلا تو اس کا میدان بھی بدل گیا، یرموک کے میدان میں جب بڑے بڑے شیروں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور دشمن کا ریلا آیا تو انہوں نے للکار کر کہا عقل کے دشمنو! میں تو وہ ہوں جو اس وقت تک رسولؐ کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹا جب تک حق سمجھ میں نہیں آیا، کیا اب اسلام کے بعد تمہارے مقابلہ سے منہ موڑوں گا؟ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور جان دے دی، جاہلیت کا اڑ جانے والا اور پہاڑ کی طرح جم جانے والا انسان نئے حریف کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح جما رہا، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عبداللہؓ بن سلام تعلیم یافتہ قوموں کے افراد تھے، جو علمی و کتابی باتوں اور اصطلاحات سے آشنا تھے، جب اسلام میں آئے تو اسی علمی مناسبت کے ساتھ آئے اور دین کے بہت سے علمی حصوں کو سمجھنے میں ان کو دوسروں سے زیادہ آسانی ہوئی، یہ ہزاروں مثالوں میں سے فطری صلاحیتوں کے تسلسل و تاثیر کی چند مثالیں ہیں۔

بعثت کے وقت ایران و روم، مصر و ہندوستان اپنے خاص ذہنی و نسلی امتیازات رکھتے تھے، کفر و شرک کے یہ معنی نہیں کہ یہ شاداب و مردم خیز ملک ہر صلاحیت سے محروم اور ہر کمال سے تہی دامن تھے، ایران نظم و نسق کی قابلیت اور تجربوں میں امتیاز رکھتا تھا فنون لطیفہ کی ترقی نے اس میں ایک نزاکت اور لطافت پیدا کر دی تھی، ایرانی عالموں اور مصنفوں اور نوشیروان عادل کی علمی سرپرستی اور تراجم نے اس میں علمی مذاق پیدا کر دیا تھا، ساسانیوں کی طویل سلطنت نے اس کو ملکی تنظیم، زمینوں کے بندوبست اور مالیات کا تجربہ بخشا تھا، بازنطینی جو یونان و روم دونوں کے علمی و تہذیبی و سیاسی ترکہ کے وارث تھے علمی انداز فکر، تربیت ذہن اور عسکری زندگی میں ممتاز تھے، مصری، کاشتکاری اور تجارت کا وسیع تجربہ رکھتے تھے اور ان میں مذہبی شغف اور اس کے لئے قربانی کا ایسا جذبہ تھا کہ انہوں نے رومی سلطنت، بنوفیشی مذہب اور اس کے جبر و استبداد کا برسوں مقابلہ کیا تھا۔

ہندوستانی اپنی حسابی قابلیت، مالی انتظام اور وفاداری میں ممتاز تھے، مسلمانوں نے ان سب ملکوں کے انسانی خزانوں سے پوری فراخدلی سے فائدہ اٹھایا اور ان کے امتیازات و کمالات کو اسلام کے راستہ سے اپنے کام میں لگایا، ایرانی و رومی نومسلموں نے یا نومسلم خاندانوں کے فرزندوں نے اپنی ذہانت سے علم کی ترقی اور فقہ کی تدوین میں حصہ لیا، سلطنت میں دفتری نظم و نسق قائم کرنے اور مالیات کے شعبوں کے بندوبست میں مدد دی اور تجربہ کار منتظم فراہم کئے۔ مصریوں نے زمینوں کی کاشت کی اور تجارت وصنعت

کو فروغ دیا۔

ہندوستان نے بصرہ و بغداد کو امانتدار اور تجربہ کار محاسب، خازن اور منیب دیئے، تیسری صدی کے نصف میں جاحظ نے لکھا ہے کہ عراق کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے تاجروں اور دولتمندوں کے منشی اور منیب عموماً سندھی ہیں، اس طرح ان قوموں کی قابلیتیں اور تجربے اسلام کی طرف منتقل ہو کر اسلام کی قوت اور مسلمانوں کی اعانت کا سبب بنے، اگر عرب اپنی قوم میں ان فنون کو پیدا کرنے کے درپے ہوتے اور اس کا انتظار کرتے اور اسلام ان کے لئے ایسے تیار شدہ آدمی فراہم کر دیتا تو اس میں بڑا وقت لگتا اور پھر اس میں شبہ ہے کہ ان کو ایسے کامل الفن اتنی جلدی ہاتھ لگتے۔

اسلام کا پیغام ایک ابدی پیغام ہے، جو کسی نسل وقوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور قومیں اور نسلیں اس کے لئے لباس کی حیثیت رکھتی ہیں، جب ایک لباس بوسیدہ اور ناکارہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک نیا ملبوس زیب بدن کر لیتا ہے، دنیا کی کوئی قوم، کوئی نسل اور کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں نمو اور شادابی ہمیشہ رہے اور جس کی زندگی وتوانائی یکساں طور پر قائم رہے، قوموں اور نسلوں کی بھی ایک عمر طبعی ہوتی ہے، ان کی جوانی اور بڑھاپا ہے، اشخاص کی طرح قوموں اور سلطنتوں کا بڑھاپا دور نہیں ہوتا، لیکن کبھی بعض نامعلوم اسباب کی بناء پر کسی قوم اور نسل میں اضمحلال اور تکان کے آثار وقت سے پہلے نمودار ہو جاتے ہیں، اس کی زندگی کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں، نئے خون کی تولید بند ہو جاتی ہے اور اس کی ہر چیز سے بوسیدگی اور کمزوری ٹپکتی ہے، حالات کے مقابلہ کی قوت، حق کے راستہ میں جہاد وقربانی کی ہمت، باہمی اتحاد والفت اور دشمن کے خلاف جوش وہمت اور اس کی طبعی عداوت ونفرت جو زندگی کی علامتیں ہیں مفقود ہو جاتی ہیں، اس وقت وہ کسی ایسے کام اور پیغام کے لائق نہیں رہتی جو ہمت اور عزیمت اور قلبی، روحانی اور ذہنی قوت کا طالب ہے، اسلام کو ابتدائی زمانہ سے جب کبھی ایسی صورت حال سے سابقہ پڑا اور اسلام کے علم برداروں میں جب ناکارگی اور میدان سے فرار کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں، فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت کے لئے ایک تازہ دم جوان ہمت قوم کو آمادہ کر دیا جس نے اس کا گرتا ہوا علم سنبھال لیا، اس قوم یا جماعت میں ایمانی زندگی کی سب علامتیں پائی جاتی تھیں۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ، اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے، اہل ایمان کے حق میں نرم، کافروں پر سخت ہیں، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت

کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے۔

یہ درحقیقت لباس کی تبدیلی تھی، عالمگیر اور زندۂ جاوید اسلام اس کے لئے مجبور نہیں ہے کہ وہ ایک بوسیدہ اور ناکارہ لباس ہی میں ملبوس رہے اور چیتھڑے ہی بدن پر لگائے رہے، **ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ آخرین** ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے بہت سے لوگوں کو رفعت دیتا ہے اور (جو اس کو چھوڑ دیں) گراتا ہے۔

جب اسلام کے ابتدائی حاملین عربوں میں ضعف و اضمحلال پیدا ہوا، اسلام سے بے تعلقی اور جہاد و سرفروشی میں انحطاط اور دنیا میں انہماک ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خدمت اور اسلام کا علم جہاد بلند کرنے کے لئے عجمی نسلوں کے افراد اور جدید الاسلام خاندانوں کے فرزندوں کو تیار کر دیا، جو اسلامی حمیت، جذبۂ جہاد، شوق شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے عشق میں صحیح النسب سادات و شیوخ سے بڑھے ہوئے تھے، جب یورپ سے صلیبی حملہ آوروں کی یلغار ہوئی اور فلسطین و شام اور عربی ممالک بالعموم خطرے میں پڑ گئے، گستاخ اور شوخ نگاہیں حرم نبویؐ کی طرف بھی اٹھیں اور بے باک اور ناپاک زبانوں نے گستاخانہ کلمات نکالے تو اسلام کی عزت بچانے اور ناموس رسولؐ کی حفاظت کے لئے جو جواں مرد میدان میں آئے ان میں سے ایک زنگی تھا اور ایک کرد (روحی فداہما) سلطان نورالدین شہیدؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے نہ صرف اسلام کی عزت بچالی بلکہ یورپ پر اسلام کی دھاک بٹھادی، گستاخ صلیبی قائد کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہوئے سلطان نے ایمان وعشق میں ڈوبے ہوئے جو کلمات کہے **الیوم انتصر لمحمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آج میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں، وہ ایک بڑے سے بڑے ہاشمی، صدیقی، فاروقی کے لئے بھی طرۂ افتخار اور وسیلۂ نجات ہیں۔ آج کون ہاشمی ہے جو اس پر سو جان سے قربان نہ ہو، جس نے بارگاہ رسالتؐ کی شان میں بے ادبی کرنے والے کو عشق و محبت میں مخمور ہو کر بھرپور ہاتھ سے قتل کیا، کون ہے جو اپنے ایمان کو اس کرد کے ایمان کے ساتھ تلوانے کے لئے تیار ہو جس کے بزرگ چند ہی پشت اوپر کردستان کی جہالت و ظلمت میں گم ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

پھر جب عباسیوں کو اپنے عیش وعشرت سے فرصت نہ ہوئی تو اسلام کی شوکت و عظمت کی حفاظت کے لئے سلجوقیوں کو تیار کر دیا گیا جنہوں نے ایک صدی کے قریب یورپ میں علم جہاد بلند رکھا اور نظامیہ بغداد اور مدرسہ نیشاپور کے ذریعہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے دریا بہائے، پھر جب عباسیوں کے اقبال کو گھن

کھا گیا اور تاتاری حملہ نے اس کو جڑ سے اکھیڑ دیا تب جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے فرزندوں کا خون بہایا تھا وہ ان کے غلاموں کی صف میں داخل ہو گئے، یہ سب اسلام کے سدا بہار درخت کی نئی پتیاں اور شگوفے تھے، جنہوں نے اس کی سرسبزی قائم رکھی، پھر جب مشرق کی تمام پرانی مسلمان قوموں پر عالمگیر اضمحلال طاری ہو گیا اور زندگی کی کوئی چنگاری کہیں باقی نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ نے مغرب میں اسلام کا ایک شعلۂ جوالہ پیدا کیا، جس نے صدیوں یورپ کی مرضی کے بالکل خلاف اسلام کا علم بلند رکھا۔ یہ عثمانی حضرت عثمانؓ کی اولاد میں نہ تھے مگر قرآن کی خدمت واشاعت اور فتوحات کی وسعت میں ان کو حضرت عثمانؓ سے روحانی نسبت ہے۔

نومسلم قوموں اور نومسلم خاندانوں اور لاکھوں کی تعداد میں ان نومسلم افراد کو کہاں تک گنایا جا سکتا ہے جنہوں نے امت مسلمہ کے جسم میں صالح اور طاقتور خون پہنچایا جنہوں نے اپنی فکری صلاحیت اور نسلی ذکاوت اور قومی شجاعت سے مسلمانوں میں کبھی اجتہاد اور کبھی جہاد کی روح پھونکی، اسلامی کتب خانہ میں گراں قدر اضافے کئے، فکر ونظر کی نئی نئی راہیں نکالیں، قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں، حدیث کی شرحیں لکھیں، فقہ کے مجموعے مرتب کئے، یہ نیشاپوری اور ابوالسعود ترکی کون ہیں؟ جن کی تفسیریں حلقۂ درس کی زینت ہیں، یہ بیضاوی کے محشی شیخ زادہ اور سیالکوٹی کون ہیں، یہ حدیث کے خادموں میں زیلعی بن الترکمانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں؟ فقہ کا طالب علم مرغینانی صاحب ہدایہ اور تاتارخانی صاحب فتاویٰ کو کیسے بھول سکتا ہے؟ یہ سب کیا تھا؟ اسلام کی علمی وذہنی فتوحات اور امت مسلمہ کے جسم میں نئے اور تازہ خون کی تولید!!!

آخر آخر دور تک اسلام کی فتح وتسخیر کا کام جاری رہا اور اس خزانہ میں نئے نئے سکوں کی آمد ہوتی رہی، ہمارے ملک ہندوستان میں جہاں اسلام کی تبلیغ اور تاثیر عرصۂ دراز سے بہت کمزور ہے، اسلام خود ہی بہت سے جیتے جاگتے اشخاص، روشن دماغ اور گرم دل بلند نظر افراد کو کھینچتا رہا اور اپنی محبت سے گھائل کرتا رہا جن کی نظیر افسردہ، پژمردہ، کم نگاہ وبے یقیں مسلمانوں میں نہیں ملتی، انہوں نے مسلمانوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی، ان میں اسلام کی صداقت پر تازہ یقین پیدا کر دیا، دماغوں کو اپنے علم سے روشن اور دلوں کو اپنے عشق کی حرارت سے گرما دیا، دور کیوں جایئے، کتنے خاندانی مسلمان اس عشق کا دعویٰ کر سکتے ہیں جو عشق اقبالؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے؟ یہی عشق وتعلق ہے جو اس کی زبان سے یہ شعر نکلواتا ہے:

تو اگر بینی حسابم نا گزیر
از نگاہ مصطفیؐ پنہاں بگیر

اور یہ اشعار اس کی زبان پر آتے ہیں:

دردل	مسلم	مقام	مصطفیؐ	است
آبروئے		مازمام	مصطفیؐ	است
خاک	یثرب	ازدوعالم	خوشتر	است
اے خنک	شہرے	کہ آنجا	دلبر	است

اور کبھی وجد میں آکر کہنے لگتا ہے:

عجب کیا گرمہ وپرویں مرے نخچیر بن جائیں
کہ برفتراک صاحب دولتے بستم سرخودرا
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اس تعلق نے اس کو دانش فرنگ سے مسحور ہونے سے بچایا:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آخر زمانہ میں یہ حال ہوگیا تھا کہ مدینہ کا کسی نے نام لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، کتنے قریشی وہاشمی اس برہمن زادہ کے ذات نبویؐ سے عشق وتعلق میں ہمسری کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟

پھر اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت پر ایسا غیر متزلزل یقین ہے کہ بجا طور پر

ایک فلسفہ زدہ سیدزادہ کو خطاب کرکے کہتا ہے:

میں	اصل	کا خاص	سومناتی		
آبا میرے	لاتی	ومناتی			
تو سید	ہاشمی	کی	اولاد		
میری	کفِ	خاک	برہمن	زاد	
ہے	فلسفہ	میرے	آب	وگل	میں
پوشیدہ	ہے	ریشہ	ہائے	دل	میں
اقبال	اگرچہ	بے	ہنر	ہے	
اس	کی	رگ رگ	سے	باخبر	ہے
دیں	مسلک	زندگی	کی	تقویم	
دیں	سرِ	محمدؐ	وابراہیمؑ		
دل	درسخن	محمدیؐ	بند		
اے	پورِ	علیؓ	زبوعلی	چند	
چوں	دیدۂ	راہ	بیں	نہ	داری
قائد	قریشی	بہ	از	بخاری	

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سپرو خاندان کے ایک کشمیری برہمن زادہ کا کلام ہے؟ اور کیا آج سادات وشیوخ کے نجیب الطرفین خاندانوں میں جن کے پاس اپنے خاندانی شجرے ہیں، یہ یقین اور ایمان پایا جاتا ہے؟

"ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔"

پھر اسلام کی حمیت وغیرت میں، روح اسلام کی ترجمانی میں، وقت کے فتنوں اور جاہلیت فرنگی کی

تشخیص اور قومیت و وطنیت سے نفرت اور تردید میں، کتنے اصحاب علم وصلاح اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

ادھر پچھلے برسوں میں چند کتابیں صحیح اسلامی فکر اور مربوط طرز تحریر و استدلال کا نمونہ پیش کرتی ہیں اور اسلام کی کامیاب ترجمانی کا فرض انجام دیتی ہیں، ان میں آسٹریلیا کے ایک یہودی النسل جرمن نومسلم محمد اسد کی انگریزی کتاب (Islam at the cross road) بھی ہے، یہ سب اسلام کی تازہ علمی وذہنی و اخلاقی فتوحات ہیں جو ہم کو مستقبل کی طرف سے ناامید ہونے سے باز رکھتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے عام طور پر فتح و تسخیر کے ان میدانوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں جہاں سے ان کو ہمیشہ زندگی کا ابلتا اور جوش مارتا ہوا خون، تازہ دم دماغ، دردمند اور پرسوز دل حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا راس المال اور اصل پونجی یہی ہے کہ اس کو کسی حال میں تلف نہیں ہونے دینا چاہئے لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ جس سرمایہ میں اضافہ اور جس پونجی میں نئی آمدنی نہ ہو وہ ایک دن ختم ہو جائے گی، ہمیں اس سرمایہ میں اضافہ اور نئی آمدنی کے اسباب و وسائل پر غور ضرور کرتے رہنا چاہئے، پرانے خاندانوں اور نسلوں میں افسردگی اور بوسیدگی اور اسلام کی دوبارہ ترقی سے ناامیدی بڑھتی جا رہی ہے، اعصاب ٹھٹھرے جا رہے ہیں، اعضاء مضمحل ہو رہے ہیں، قلب روز بروز ضعیف اور دماغ مفلوج ہو رہا ہے، کوئی دینی پیغام، کوئی دینی تحریک، کوئی درد و اخلاص، کوئی علم وحکمت، کوئی شاعری و خطابت اس گروہ میں زندگی نہیں پیدا کر رہی ہے، جو چیزیں قوموں میں جنون کی لہر اور موت کا عشق پیدا کرتی ہیں وہ ان مسلمانوں کو چونکانے سے بھی قاصر ہیں، بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کو دین سے اور دین کی راہوں سے، دین کی اصطلاحوں سے، دین کے انعامات سے، دین کی ترغیبات سے کوئی مناسبت اور اس میں ان کے لئے کوئی کشش نہیں رہی، آخرت خارج از بحث چیز ہے، جنت دوزخ بے معنی الفاظ ہیں، اس پر دنیا طلبی اور زمانہ سازی کا طلسم قائم ہے، **انک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء**۔ سو آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے ان کا حال ہے، بہت سے لوگوں کی علمی صلاحیت محدود ہے، صدیوں کے جمود و بے علمی کی وجہ سے، ان کے قویٰ میں اضمحلال اور طبیعت میں حد درجہ افسردگی اور برودت ہے، وہ زندگی کی کشمکش میں حصہ نہیں لے سکتے اور اسلام کے لئے قربانی اور جدوجہد سے قاصر ہیں، ایسی حالت میں اگر اسلام کی قسمت ان سب عناصر پر منحصر کر دی جائے تو یہ مستقبل کے لئے بڑا خطرہ ہے، ضرورت ہے کہ ان قدیم الاسلام اقوام اور خاندانوں کے دین کی پوری حفاظت اور اس کے لئے جدوجہد کے ساتھ نئے نئے میدانوں کی طرف بھی

رخ کیا جائے، اور اسلام کی دعوت کو وہاں تک پہنچایا جائے۔ جس دین نے مایوسی کی حالت میں تاتاریوں اور عثمانی ترکوں کو اسلام کا علمبردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وفادار بنایا اور جو ہمیشہ دنیا کے صنم خانوں سے کعبہ کے لئے پاسبان مہیا کرتا رہا ہو، کیا اب اپنے حریفوں میں سے حلیف اور دین فطرت کا حلقہ بگوش نہیں بنا سکتا؟ ہم جب تک اس کی منظم اور پر جوش کوشش نہ کرلیں، ہم کو مایوس ہونے اور اس کے خلاف رائے قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اسلام کو اس وقت نئے خون، نئی امنگوں، نئے ولولے اور نئے جوش عمل اور جذبۂ قربانی کی ضرورت ہے، یہ نیا خون، نیا جوش اور قربانی بہت سی جگہ موجود ہے، لیکن پست مقاصد اور غلط میدانوں میں صرف ہورہا ہے، جو چیز اسلام کے کام نہیں آرہی ہے وہ صرف ضائع نہیں ہورہی ہے بلکہ دنیا کی تباہی کا باعث ہورہی ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کو ان قوموں اور طبقوں تک پہنچا کر اسلام کی طاقت اور ایمان کی ان کیفیات کا تماشہ دیکھیں جو ہمیں دنیا کی تاریخ میں نومسلموں کی زندگی میں وقتاً فوقتاً نظر آتی ہیں، ہمیں ان نومسلموں کی زندگی میں اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت وامامت عالم پر اس درجہ کا یقین، ذات نبویؐ کے ساتھ عشق وشیفتگی اور اسلام کی برتری کے لئے ایسی جدوجہد اور سرفروشی دیکھنے میں آئے گی جس کے سامنے ہم پشتینی مسلمانوں کو شرم آئے گی اور جس کی نظیر صدیوں سے دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

☆☆☆

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

بچوں کی پرورش

وقتِ بلوغت (Adolesence age)

حمد وصلاۃ اور تعوذ وبسملہ کے بعد! ﴿رب ھب لی من الصالحین﴾

انسانی زندگی کے چار مراحل

انسانی زندگی کے چار مراحل ہیں، پہلا مرحلہ بچپن کا، دوسرا لڑکپن کا، تیسرا جوانی کا، اور چوتھا بڑھاپے کا ہے، انسانی زندگی کی بہترین عمر جوانی کی عمر ہوتی ہے، انسان اسی میں سنورتا بھی ہے، اور بگڑتا بھی ہے، اسی لئے قیامت کے دن اللہ رب العزت پوری زندگی کے بارے میں پوچھیں گے کہ کیسے گزاری؟ پھر خاص جوانی کے بارے میں پوچھیں گے کہ تونے اپنی جوانی کیسے گزاری؟ جوانی کے بارے میں الگ سے سوال کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی کا یہ مرحلہ بہت نازک ہوتا ہے۔ اس جوانی کی ابتدا بلوغت سے شروع ہوتی ہے انگلش میں اس کو Puberty کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسانیت کی بقا کے لئے اور انسانیت کی اس گاڑی کو آگے بڑھانے کے لئے ہر بندہ کو اس نعمت سے نوازا ہے، اس میں نوجوان لڑکے کا کیا معاملہ ہے؟ یہ الگ عنوان ہے۔ نوجوان لڑکی کا کیا معاملہ ہو؟ یہ الگ موضوع ہے، تو پہلے نوجوان لڑکوں کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

یہ سلسلہ گیارہ سے بارہ سال کے درمیان شروع ہوتا ہے اور سولہ سے سترہ سال تک مکمل ہوجاتا ہے، عام طور پر اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ خواب کے ذریعہ فرض غسل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان سب کی بنیاد انسان کے بدن کا Testrosterone ہوتا ہے یہ Hormone (مادہ) ہے، ابتدائی مرحلے میں بڑھتا ہے، تو بیٹے اور بیٹی کا فرق اتنا پتہ نہیں چلتا۔ پہلے سال میں کچھ فرق کا پتہ ماں کو چلتا ہے مگر پھر بھی بہت زیادہ نہیں، جب بچہ تین سال سے اوپر جاتا ہے، پھر بیٹے اور بیٹی کی شخصیتوں کا فرق بہت واضح ہوجاتا ہے؛ اس کی وجہ یہ کہ چار سال کی عمر میں لڑکے کے بدن میں Testrosterone مادہ کی

مقدار دوگنی ہوجاتی ہے اس وجہ سے وہ پھر دوڑنا، بھاگنا، لڑنا، اور مشکل کھیل کھیلنا پسند کرتا ہے۔ تو جب بھی بچہ اس قسم کی حرکتیں کرے تو غصہ ہونے کے بجائے یہ سمجھیں کہ اب اس کی زندگی کا ایک نیا مرحلہ ہے، پھر جب سات سال کی عمر ہوتی ہے تو اس مادے کی مقدار کئی گنا زیادہ ہوجاتی ہے اس عمر میں بچہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بننا پسند کرتا ہے، چنانچہ وہ ہیرو بنتا ہے، ٹارزن بنتا ہے، لڑائی جھگڑے کے ذریعہ سے اپنے آپ کونمایاں کرتا ہے۔ ماں سمجھتی ہے کہ بچہ جھگڑالو بن گیا، اگر اس کو ماں باپ کی صحیح توجہ مل جائے، تو وہ ایسی حرکتیں نہیں کرے گا، وہ کئی دفعہ ماں کو کہتا بھی ہے کہ آپ اور ابو، مجھے نظر انداز کرتے ہیں، تو اس عمر میں بچے سے زیادہ محبت کا اظہار کرنا، اور اس کو زیادہ قریب کرنا یہ اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت سارے ماں باپ اس مرحلہ میں بچے سے ناانصافی کرتے ہیں، چھوٹوں سے پیار کرتے ہیں، اور بڑوں کو جھڑکیاں دیتے ہیں، تو بچہ ماں باپ کی طرف سے محسوس کرتا ہے کہ مجھے نظر انداز کردیا گیا، کیونکہ اس عمر میں وہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بننا چاہتا ہے، اکثر بچے اس عمر میں جو بُرے مرد ہوتے ہیں ان کے ساتھ غلط تعلقات میں ملوث ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ توجہ چاہتے ہیں، اگر قریب میں کوئی بدکردار مرد ہے تو وہ اس بچے کی تعریف کرے گا، پھر بچہ وہی کرے گا جو وہ مرد کہہ رہا ہے، اکثر چھوٹے لڑکے اس عمر میں برے مردوں کی جنسی ہوس کا شکار ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بچوں کو مردوں سے اس طرح دور رکھنا چاہئے جس طرح بیٹی کو مرد سے دور رکھتے ہیں، شریعت نے اسکو ''اَمرد'' کہا ہے، یہ شریعت کا حسن ہے کہ شریعت نے پہلے ہی نشان دہی کردی اور مرد سے کہا کہ جس طرح تم غیر محرم عورت پر نظر نہیں ڈالتے اسی طرح جو ''امرد'' یعنی سات سال کی عمر کا لڑکا ہو اس کے چہرے پر بھی نظر مت ڈالو، چونکہ اس پر شہوت کی نظر پڑتی ہے۔

اب ایک تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے جو گیارہ سے تیرہ سال کی عمر میں ہے، اس میں Testosterone (مادّہ) کی مقدار ۸۰۰ فی صد بڑھ جاتی ہے۔ بچے کی ٹانگیں اور بازو مضبوط ہوجاتے ہیں تو وہ بچہ عاشق مزاج بنتا ہے، اس عمر میں بچے کے دماغ کے اندر ایک کھڑکی کھلتی ہے، یہ کھڑکی فطرت کا حصہ ہے، ہر بچہ گیارہ سے تیرہ سال کی عمر میں عاشقانہ مزاج دکھاتا ہے، مگر اللہ نے یہ کھڑکی اس لئے بنائی کہ پتہ نہیں اس کو ماں باپ کی تربیت ملی یا نہیں ملی؟ اس کو نیکی سکھائی گئی یا نہیں سکھائی گئی؟ اس مرحلہ میں داخل ہونے کے بعد اس کو چاہئے کہ وہ کسی کو اپنا رہبر بنائے، استاد بنائے اور وہ استاد اور رہبر اس کو اللہ کی محبت سکھائے۔ چنانچہ اس عمر میں بچہ اپنے ماں باپ سے بات کرنے میں جھجک محسوس کرنے لگتا ہے، اور اس

کوکوئی رہبر چاہیئے جواس کی رہنمائی کرے، اگر کوئی بڑی عمر کا لڑکا مل گیا تو وہ اسی کو رہبر بنالیتا ہے ورنہ کسی ٹیچر کو، اور اگر قسمت بھلی ہو اور ماں باپ عقلمند اور سمجھدار ہوں تو وہ اس بچے کو کسی شیخ کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں ۔تو شیخ اس کے عشق کی اس صلاحیت کو اللہ کے لئے استعمال کرلیتا ہے، اس کو نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ بچہ اس عمر میں فطری طور پر اپنی محبتیں، اپنی چاہتیں، اور اپنی توانائیاں کسی پر خرچ کرنا چاہتا ہے، یہ کسی کو اپنی محبتوں کا مرکز بنانا چاہتا ہے، کسی کو اپنے دل میں بسانا چاہتا ہے تو شریعت نے کہا کہ اس کو رہبر مہیا کرکے، مرشد مہیا کرکے اس کی یہ جو کھڑکی ہے اس کو استعمال کرو اور نیکی کے اوپر اس کو چلادو، اس عمر میں یہ بچہ ایک دوراہے پر کھڑا ہوتا ہے، یہ دوراہا کیا ہے؟ ایک طرف رحمٰن اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے، اور اس کے اندر ضمیر کی ایک صفت پیدا کردیتا ہے، چنانچہ بچہ جب کوئی غلط کام کرتا ہے تو ضمیر ملامت کرتا ہے اور وہ بچہ نیکی کی طرف جانا چاہتا ہے، اب ایسے میں شیخ بھی مل جائے تو اس بچے کا نیکی پر آنا بہت آسان ہوجاتا ہے، دوسرے راستے کے اوپر شیطان کھڑا ہوتا ہے وہ اس کو خود بھی برائی کی طرف بلاتا ہے اور جو اسکے ایجنٹ ہیں ان کو بھی پیچھے لگادیتا ہے، تو اگر اس کو کہیں لڑکی نظر آگئی، عورت نظر آگئی، تصویریں نظر آگئیں، یا کہیں گندی ویڈیو نظر آگئی تو یہ چیزیں اس کو گناہ کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس دوراہے پر اس بچہ کو ماں باپ کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے جو نیک ماں باپ ہوتے ہیں وہ نیکی پر بچے کے معاون بنتے ہیں، اور اس کو نیکی کی لائن پر ڈالدیتے ہیں، چنانچہ جن کے ماں باپ عقلمندی سے کام کرتے ہیں وہ بچے حافظ، عالم، مفتی، اور شیخ بنتے ہیں۔ زندگی میں دین کا کام کرنے والے بھی وہی ہوتے ہیں، اللہ کے دین کا غم کھانے والے بھی وہی ہوتے ہیں، ماں باپ اگر بچے کو تین دن کے لئے یا چلہ کے لئے تبلیغی جماعت میں بھیج دیں، تو یہ بچہ دین پر اپنا سب کچھ قربان کرنے والا بن جاتا ہے، راستے کا تعین اس عمر میں ہوتا ہے۔ اگر اس عمر میں ماں باپ بچے کو نیکی کرنے سے روکیں، جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ بچہ نمازی بن گیا، سر پر ٹوپی رکھنی شروع کردی، ٹی وی نہیں دیکھتا تو باپ اپنے پاس بٹھا کر اس کو ٹی وی دکھاتا ہے، اور کہتا ہے کہ کچھ نہیں ہوتا، بہن کہتی ہے تم ابو کو ناراض کیوں کررہے ہو؟ ماں کہتی ہے جلدی سے داڑھی منڈاؤ اور اصلی شکل میں آؤ۔ اب یہ جو ماں باپ کا فسق وفجور ہے یہ اس بچہ کا رخ نیکی کے بجائے فسق وفجور کی طرف موڑ دیتا ہے، شیطان کے راستے پر موڑ دیتا ہے، اسی طرح یہ بچہ برائی کا راستہ اختیار کرلیتا ہے، نیکی کے راستے سے پیچھے ہٹ جاتا ہے، تو اس طرح ماں باپ اس کو اپنی نادانی کی وجہ سے ایک ایسے راستے پر ڈال دیتے ہیں جس کی منزل اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا اقرباء نے تیرا

کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

چنانچہ یہ بچہ جب پوری زندگی بدکاریاں کرے گا تو اس کی بنیاد اس کے ماں باپ ہونگے، جنہوں نے اس کو نیک نہ بننے دیا بلکہ اس کو برائی کی طرف لگا دیا اور یہ بھی قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن نافرمان اولاد اللہ کے یہاں مقدمہ درج کرے گی کہ اے پروردگار عالم اِنَّآ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا﴿۶۷﴾ ہم نے اپنے بڑوں کی باتیں مانی تھیں وہ کہتے تھے کہ زیادہ نیک بننے کی ضرورت نہیں آ ؤ میرے ساتھ بیٹھ کے ٹی وی دیکھو، خبریں سنو ماں کہتی تھی داڑھی منڈا کے اصلی شکل میں آ ؤ، میں نے انہی کی بات مانی تھی، اللہ انہوں نے مجھے گمراہ کیا رَبَّنَآ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ اللہ ان کو دوگنا عذاب دے دیجئے وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِيۡرًا﴿۶۸﴾ اور اللہ ان کے اوپر لعنتوں کی بارش کردیجئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ "سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا" کے زمرے میں ماں باپ بھی داخل ہیں تو ماں باپ اس نازک موڑ پر ایک ایسی غلطی کردیتے ہیں جس کو Irreparable loss (نا قابلِ تلافی نقصان) کہتے ہیں، وہ نہیں سمجھتے کہ اس کھلی کھڑکی میں جو بچے کے ذہن میں باتیں بیٹھ گئیں یہ بچہ ساری عمر وہی کرے گا، چنانچہ اس وقت اس کو دین سے ہٹا کر دنیا میں لگا دیتے ہیں، یہ بچہ شیطان کے راستے پر چل پڑتا ہے، پھر وہ کسی لڑکی کو اپنی محبوبہ بناتا ہے، اور ناجائز تعلقات میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ پھر یہ ایک دو نہیں بلکہ کئی گناہوں کا باعث بنتا ہے اور ماں باپ کی بدنامی کا سبب بھی بنتا ہے، ماں باپ بعد میں پریشان بھی ہوتے ہیں مگر انہوں نے تو خود بچے کو اس راستے پر ڈالا تھا، پھر تنگ آ کر کہتے ہیں کہ شادی کردو، وہ شادی بھی کرتے ہیں، گھر میں اس کی ضرورت تو پوری ہوجاتی ہے، مگر اس کے اندر غیر محرم کی طرف شہوت سے دیکھنے کی جو شیطانیت تھی وہ اس کو چین نہیں لینے دیتی، چنانچہ ایسے لوگ شادی کے بعد بھی گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ بیوی گھر میں انتظار میں رہتی ہے، یہ باہر دوسری لڑکیوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، حتی کہ ایک کیس ہوتا ہے پھر دوسرا کیس ہوتا ہے ماں باپ تنگ آجاتے ہیں، بیوی تنگ آجاتی ہے، ایسے لوگوں کو دیکھا کہ جو بچپن سے پچپن میں پہنچ جاتے ہیں مگر ان کی یہ گندی عادت دل سے نہیں نکلتی۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کھڑکی کے کھلنے کے وقت میں ان کو اللہ کی طرف بھیجنے کے بجائے ان کو کھینچ کر شیطان کے راستے پر لگا دیا جاتا ہے، اب اس کھڑکی میں جو مواد چلا گیا وہ اس میں سے نکل ہی نہیں سکتا تو یہ اتنا نازک موڑ ہے کہ

جس کی اہمیت کو ماں باپ سمجھتے ہی نہیں۔ بیٹی! وہ اس عمر میں پہنچ کر نیکی کرنا چاہتی ہے، نماز پڑھتی ہے، نیکی کی باتیں سنتی ہے، ماں کہتی ہے ذرا یہ کپڑا پہنو کتنا اچھا لگتا ہے، تو وہ اس کو ماڈرن کپڑے پہناتی ہے جب بچی کو ایک مرتبہ ماں نے اس کھڑکی کے کھلنے کے وقت میں ٹی وی دکھادیا، فیشن سکھادیا اور ایسی باتیں، کہ تم بڑی پیاری لگتی ہو، اب اگر بچی اس لائن پر پڑ گئی اور اس کی کھڑکی بند ہوگئی تو بچی کے اندر یہی کچھ ہوگا وہ ایک سے تعلق بنائے گی، اگر پتہ چل گیا تو پھر دوسرے اور تیسرے سے تعلق قائم کرلے گی، حتی کہ ماں باپ شادی کردیں گے اور وہ شادی کے بعد بھی تعلقات قائم کرتی رہے گی۔ ہمارے تو تجربے میں یہ بات آئی کہ دو چار بچوں کی مائیں بھی بن جاتی ہیں ساتھ میں دوسرے تعلقات بھی چل رہے ہوتے ہیں، حتی کہ بچوں کی شادیاں بھی ہوجاتی ہیں، ماں کے پھر بھی تعلقات چل رہے ہوتے ہیں۔

یہ سارا راستہ جو طے ہورہا ہے یہ اس وجہ سے کہ اللہ نے جو فطرتاً اس کے دماغ میں ایک کھڑکی بنائی تھی حق اور باطل کی، نیکی اور بدی پر جانے کی اس وقت ماں باپ اس کو نیکی پر لانے کے بجائے بدی پر لے آئے تھے، انہوں نے سمجھا تھا کہ ہماری بیٹی انگریزی پڑھے گی، کالج میں پڑھے گی، ماڈرن بنے گی، جب اس راستے پر لگادیا اب ساری عمر رونا نہیں، تو پھر اور کیا کرنا ہے؟ تو اس عمر کی جو کھڑکی ہے یہ بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، جو لوگ اپنے بچے کو جماعت میں یا مدرسے میں بھیج دیتے ہیں یا کسی شیخ سے بیعت کروادیتے ہیں، یہ بچے محفوظ ہوجاتے ہیں، ان کا مستقبل اور ان کی آخرت محفوظ ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ بچہ ایک ایسے ماحول میں پرورش پاتا ہے، جہاں اس کو ہر طرف شیطان کے نمائندے اپنی طرف بہکاتے ہیں، یہ اپنے ضمیر میں اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہے، یہ گناہوں سے بچنا چاہتا ہے، خطا کر بھی لیتا ہے تو اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے، چنانچہ ماں باپ کی دعائیں، شیخ کی دعائیں اس گناہ کے دلدل سے اس کو نکال دیتی ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ ہمارے بڑوں کی دعائیں ہمارے اردگرد پہرہ دیا کرتی ہیں۔ یہ جو زندگی کے گیارہ سے تیرہ سال کا وقت ہے یہ Love window (محبت کی کھڑکی) کھلنے کا وقت ہے، love کا مطلب ہمیشہ غیر عورت کی محبت نہیں Love سے مراد اللہ کی محبت بھی ہوسکتی ہے، چونکہ پتہ نہیں ہوتا اس لئے شیطان اس کا رخ اللہ کے بجائے مخلوق کی طرف موڑ دیتا ہے۔

پھر جب عمر بیس سال ہوجاتی ہے تو بیس سال کی عمر میں اس نوجوان کے اندر Testosterone (مادّہ) اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ اس میں ایک مردانہ پن آجاتا ہے چنانچہ اس میں

مقابلہ بازی کی عادت آجاتی ہے، یہ جیت کو پسند کرتا ہے کوئی مقابلہ ہو جیتنے کی کوشش کرے گا، کوئی امتحان ہو اوّل درجہ آنے کی کوشش کرے گا، اس میں دو چیزیں آجاتی ہیں، جدت پسندی اور جیت پسندی، ''جدت پسندی'' کہتے ہیں Creative mind (تخلیقی ذہن) چنانچہ یہ بچہ اس عمر سے سائنسداں بننا چاہتا ہے، اور اس عمر سے نئے نئے افکار پر یسرچ کرنے کا عادی بن سکتا ہے۔ اور دوسرا ہے ''جیت پسندی'' کہ کسی بھی مقابلہ میں ہو تو یہ پہلا نمبر آنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے لیکن بیس سال کی عمر میں بچے کو تعریف سننے کا شوق ہو جاتا ہے کہ میری کامیابی پر مجھے سراہا جائے اب اگر ماں باپ سراہیں گے نہیں، ڈانٹیں گے، باتیں سنائیں گے تو پھر کسی نہ کسی لڑکی کی طرف چلا جاتا ہے اور وہ لڑکی اس کو کہتی ہے جانو تم تو بڑے خوبصورت ہو، آنکھیں بڑی پیاری ہیں تو بچہ گرفتار ہو جاتا ہے، تو اس عمر کے اندر بچہ کو تعریف سننے کا خبط ہوتا ہے اور جو بری لڑکیاں ہوتی ہیں، وہ تعریف کے ذریعہ ہی ان کو اپنے اور قریب کر لیتی ہیں، پھر جب یہ بچہ بیس سے اوپر جاتا ہے تو اس کے اندر احساس برتری، ہوتا ہی ہے، اپنے آپ کو دوسروں پر مسلط کرنا چاہتا، ہے پھر شادی اس کی ضرورت بن جاتی ہے، جس طرح انسان تھک جاتا ہے، سونا ضرورت ہے، بھوکا ہوتا ہے روٹی کھانا ضرورت ہے، پیاسا ہوتا ہے پانی پینا ضرورت ہے، اسی طرح یہ بلوغت کی ایسی عمر ہے بیس سے اوپر کہ شادی، نکاح اس کی ضرورت بن جاتی ہے جو اچھے ماں باپ وہ پھر اس عمر میں بچے کے لئے مناسب رشتہ ڈھونڈ کر شادی کر دیتے ہیں، تعلیم بھی چلتی رہتی ہے باقی کام بھی چلتے رہتے ہیں روکتا تو کوئی نہیں کہ تم پڑھو نہیں مگر شادی ہوگی تو اس کے بعد بھی بچہ پڑھ سکتا ہے مگر عزت محفوظ رہے گی، فتنوں میں پڑنے سے محفوظ رہے گا۔ یہ بچہ نیک بن کر زندگی گزارے گا۔ آج کل کا المیہ یہ ہے کہ ماں باپ کہتے ہیں کہ پہلے تعلیم مکمل کرو اب CA بننے کے لئے ۲۶۔۲۷ سال اس کو کنوارہ رہنا پڑتا ہے، جو بچہ چودہ سال کی عمر میں جوان ہوا کیا ۲۶ سال کی عمر تک وہ پاکدامن رہے گا، جب کہ وہ یونیورسٹی کی لڑکیوں کو بھی دیکھتا ہے پھر کئی مرتبہ تو ماں باپ بیرون ملک بھی بھیج دیتے ہیں، تو بیرون ملک بھیجنے سے اس کے لئے گناہ کا کرنا اور بھی آسان ہو جاتا ہے۔ آج کل تو ایک نئی مصیبت ہے کہ نوجوان بیٹیوں کو یونیورسٹی میں پڑھنے دوسرے ملک اکیلے بھیج دیتے ہیں اب کارنامے نہیں کرے گی تو پھر کیا کرے گی؟ یہ الگ بات ہے کہ وہ اتنی کامیابی سے کارنامے کرتی ہے کہ ماں باپ کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتی۔ حقیقت کھل جائے تو ماں باپ کا رو رو کے حال برا ہو کہ ہم نے پیسے خرچ کر کے اپنی بیٹی کو کس گندگی میں ڈال دیا، اللہ ستّار ہے وہ ستّاری کر لیتا ہے تو اس بات کو ذہن

میں رکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ بچہ سات سال تک تمہارا ماتحت ہے، سات سال کے بعد پھر اس کا بستر الگ کردو اس کو نماز سیکھاؤ، نو سال میں پھر بستر الگ کردو اور وہ جب چودہ پندرہ سال کا ہوجائے تو مناسب رشتہ تلاش کر کے اس کی شادی کردو، ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے زندگی کے تمام مراحل کا خلاصہ کردیا۔ جب یہ حدیث مبارکہ پڑھی، تو میں آدھا گھنٹہ سوچتا رہا کہ واقعی انسانیت کو سمجھا ہے تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا ہے۔ انہوں نے ایسی باتیں بتادی ہیں کہ دنیا ملین ڈالر خرچ کرتی ہے، ہزاروں لوگ اپنی عقل دوڑاتے ہیں، محنتیں کرتے ہیں، اور پھر اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں جو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو پہلے سے بتادئے ہیں۔ پھر چالیس سال کی عمر میں جا کر نوجوان میں یہ بلوغت کے مادہ کی مقدار گھٹنی شروع ہوجاتی ہے، پھر یہ سوچ میں پختگی کا زمانہ ہے پھر انسان شہوت کے اوپر دھیان دینے کے بجائے مقصد زندگی پر دھیان دیتا ہے یہی وہ عمر ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ نبوت فرمایا تھا اور حدیث پاک میں ہے کہ جو بندہ چالیس سال تک فسق و فجور کے کام کرتا رہتا ہے، تو شیطان اس کے چہرے پر آ کر ہاتھ پھیر دیتا ہے اور اس سے کہہ دیتا ہے کہ اب تم میرے پکے مرید ہو، اللہ اکبر آج سائنس کہہ رہی ہے کہ سوچ پختہ ہوجاتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے بتادیا کہ اس عمر تک جسمیں نیکی نہ آئی پھر اس کے بعد نیک بننے کا موقع کم رہتا ہے۔ تو یہ ہے نوجوان کی نوجوانی کے مختلف مراحل۔

اس میں چند باتیں اور بھی ذہن میں رکھ لیجئے کہ جب بچہ بالغ ہوتا ہے تو جسم کے مختلف حصوں پر اس کے بال اگ جاتے ہیں مثلاً چہرے پر داڑھی کے بال اگ آتے ہیں اسی طرح بغل کے اندر، بازوؤں پر، ران پر، اور زیر ناف بالوں کا اگنا یہ بلوغت کا حصہ ہے۔ بچے کے جسم میں کندھے چوڑے ہوجاتے ہیں اعضاء مضبوط ہوجاتے ہیں، بچے کا وزن بڑھتا ہے یعنی بلوغت کی عمر میں بچہ کا وزن بڑھتا ہے، پھر اس کے جسم سے ایک خاص قسم کی مہک آتی ہے، یہ مہک ہر بندے کے جسم سے آتی ہے، اس کا تعلق بندے کے جسم کے ساتھ ہے، یہ جوانی کی ایک چیز ہے۔ آواز میں بھاری پن آجاتا ہے اور چہرے پر دانے نکلنا شروع ہوجاتے ہیں، بندے کے ذہن میں محبت کے خیالات کی بھرمار ہوتی ہے، اگر اس کھڑکی کو اللہ کی طرف پھیر دیا جائے تو وہ اللہ کا عاشق بن جاتا ہے اور اگر اس کو دنیا کی طرف پھیر دیا جائے تو بچہ اس عمر میں لڑکیوں کا عاشق بن جاتا ہے Opposite sex جنس مخالف کی طرف اس کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ یہ بچے کی جسمانی علامات تھیں۔

اب اس میں Emotional (جذباتی) علامات بھی ہوتی، ہیں جب بچہ بلوغت کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس میں غصہ بڑھ جاتا ہے، اور وہ بچہ ماں باپ سے Less talkative (کم بات کرنے والا) ہوجاتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کو کوئی رہبر ملے جس کے سامنے وہ سینہ کھولے، پھر اسکو جنس مخالف میں دلچسپی ہوتی ہے تو لڑکیوں کے ساتھ Flirt (چھیڑ چھاڑ اور دل لگی کرنا) کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے، یہ لڑکے کی بلوغت کے مختلف آثار ہیں۔

لڑکیوں میں بلوغت کے آثار و مراحل

لڑکیوں میں بلوغت کی عمر کے آثار دس سے گیارہ سال سے شروع ہوتے ہیں، لیکن پندرہ سے سولہ سال کی عمر میں مکمل ہوتے ہیں، مکمل ہونے کی دلیل یہ کہ ان کو ماہانہ ایام شروع ہوجاتے ہیں اور خون جاری ہونے کی شکل میں وہ بچی بالغہ ہوجاتی ہے، یہ خون جاری ہوجانے کا سلسلہ ہر عورت کا مختلف ہے، پانچ دن سے لے کر دس دن تک کی مدت ہے، اس پر لڑکی کے لئے غسل فرض ہوجاتا ہے نماز، روزہ اس پر فرض ہوجاتا ہے، مگر ان دنوں میں وہ نماز، تلاوت نہیں کرسکتی اس کو شریعت نے منع فرمادیا ہے، بچی کے لئے یہ جو جوانی کی عمر کے آثار ہیں وہ کچھ اس طرح کے ہیں، سینہ پر چھاتی کا سائز بڑھ جانا، جسم کے مختلف حصوں پر بال آجانا، جیسے بغل میں یا زیر ناف بال آجانا، اس کے Hips (کولہے) کا چوڑا ہونا طبیعت کے اندر moodiness (متلون مزاجی) کے آثار ظاہر ہونا۔ اور مزید یہ کہ چہرے پر دانے وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں، لڑکی کی قوت ارادی متأثر ہوتی ہے، جوانی کے آتے ہی اس کے Objectives (مقاصد) بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک بچی چوتھی جماعت میں تھی، یعنی نو سال کی عمر میں، اس سے کلاس میں پوچھا گیا کہ تم کیا بننا چاہتی ہو؟ تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں ڈاکٹرنی بننا چاہتی ہوں، وہی بچی جب ساتویں جماعت میں پہنچی یعنی بارہ سال کی عمر میں تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا بننا چاہتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں کسی ڈائریکٹر کی P,S (نجی معتمد) بننا چاہتی ہوں یعنی وہ جو قوت ارادی تھی ڈاکٹرنی کے بجائے اب P,S پر آگئی، پھر اسی بچی سے دسویں گریڈ میں پوچھا گیا جب اسکی عمر پندرہ سال تھی کہ تم کیا بننا چاہتی ہو؟ تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں ایک خوبصورت ترین ماڈل بننا چاہتی ہوں، اس سے پتہ چلا کہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی، بچی کی سوچ بدل جاتی ہے، اب اس کو زندگی میں کچھ اور نہیں بننا بلکہ کسی کی محبوبہ بننا ہے، یہ بچی کی فطرت میں ہے، اس کی Emotional (جذباتی) نشانیاں یہ ہوتی ہیں کہ بچی میں غصہ بڑھ جاتا ہے

اور Sadness (اداسی) بھی بڑھ جاتی ہے، بچی کے اندر moodiness (متلون مزاجی) کی عادت آجاتی ہے، اس پر ذمہ داریوں کے احساس کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے، کہ پہلے میں بچی تھی اور اب میرے اوپر ذمہ داریاں آگئیں، تاہم یہ تو نیک بچی ہے جو ذمہ داریاں محسوس کرتی ہے، اور جو کفر کے ماحول میں پرورش پانے والی بچیاں ہیں وہ تو سولہ سال کی عمر میں Sweet sixteem (سولہ سال کی عمر کو پہنچنے کی تقریب) مناتی ہیں، اور اس کے بعد ان کی زندگی آزاد زندگی ہوجاتی ہے۔ جوانی کے یہ جو مراحل ہیں وہ دماغ کے Harmones کی وجہ سے ہے، کئی مرتبہ یہ جوانی وقت سے پہلے بھی آجاتی، ہے چنانچہ امریکہ میں ۱۵ فیصد لڑکیاں سات سال کی عمر میں بالغہ ہوجاتی ہیں، اس کی کچھ وجوہات ہوتی ہیں، مثلاً روغنی غذا کھانا، ورزش نہ کرنا، اسی طرح وراثت یعنی ماں باپ کی طرف سے بھی بعض بچیاں جلدی جوان ہوجاتی ہیں، پھر جو کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں Pesticide chemicals (کھیتوں اور باغوں میں غیر ضروری گھانس کو ختم کرنے کے لئے استعمال کیا جانے والا کیمکل) یا اس قسم کے دوسرے کیمکل یہ بھی بچی کو جلدی بالغ کردیتے ہیں، خوشبوؤں میں بھی ایسے کیمیکل استعمال ہوتے ہیں جو بچوں میں شہوانی خیالات پیدا کرتے ہیں، اور ان شہوانی خیالات کی وجہ سے بچیاں جلدی بالغ ہوجاتی ہیں۔ پھر میڈیا میں اگر وہ بچیاں فلمیں اور ڈرامے دیکھتی ہیں اور اپنے ذہن میں جوانی کے کاموں کا تصور رکھتی ہیں، تو اس سے بھی بچیاں جلدی جوان ہوتی ہیں، بلوغت میں جو جلدی ہوتی ہے اس کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کے اندر Eating disorder (کھانے میں بے قاعدگی و بے احتیاطی) آجاتی ہے، اور احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور کئی بچیوں میں تو Breast cancer (چھاتی کا کینسر) وغیرہ کی بنیاد پڑ جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ Estrogen hormones سے ان کا جلدی واسطہ پڑ جاتا ہے تو بچوں اور بچیوں کی بلوغت کا یہ معاملہ ہر نوجوان کو پیش آتا ہے۔

والدین کے لئے چند ضروری ہدایات

چند باتیں جو جدید ریسرچ نے بتائیں وہ بھی سن لیجئے کہ اس عمر کو Adolescence کہتے ہیں، یعنی بارہ سے لے کے بیس تک کی جو عمر ہے اس میں ماں باپ کو چند کام کرنے چاہئیں پہلی بات یہ کہ ان کو کتابیں پڑھ کر سنانا چاہئیں، تاکہ ان کو پتہ چلے کہ جوانوں سے کیسے معاملہ کرتے ہیں؟ پھر یہ کہ اس عمر میں آنے سے ایک دو سال پہلے بچہ کو جوانی کے بارے میں تفصیل بتادینی چاہئے، بیٹی ہے تو ماں تفصیل بتادے،

بیٹا ہے تو باپ تفصیل بتادے۔ کتنے ماں باپ ہیں جو ایسی غلطی کرتے ہیں کہ ان کے بچے جوان ہوجاتے ہیں اور وہ ان کے سامنے کوئی بات ہی نہیں کرتے تو یہ بچے پریشان ہوتے ہیں، پھر وہ باہر شیئر کرکے ان سے پوچھتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ اور یہ بچے کی شخصیت کو خراب کرنے والی بات ہوتی ہے، پھر اس عمر میں ماں باپ کو بچوں کے ساتھ دھمکی آور لہجہ استعمال نہیں کرنا چاہئے، ماں باپ کو چاہئے کہ وہ خود سوچیں کہ جب ہم اس عمر میں تھے تو میرا کیا عمل تھا اس سے پھر انسان تحمل مزاجی سے ان کے کام کو برداشت کرلیتا ہے، بڑے بڑے کاموں سے روکیں، مثلاً قرض، نشہ اور اس قسم کے بدکاری کے اور جو بھی کام ہیں۔ چھوٹی موٹی چیزیں کہ وہ کھیل میں یہ پسند کررہی ہے، فلاں چیز میں یہ پسند کررہی ہے تو کچھ چیزوں کو نظر انداز بھی کرنا پڑتا ہے۔

والدین چند امور سے اجتناب کریں

ایک بات یہ ہے کہ اس عمر میں بچے یا بچی کو غصہ بھی جلدی آتا ہے اس کو Brain of angry teen (ایک ناراض نوجوان کا دماغ) کہتے ہیں۔ اللہ اکبر! اس عمر میں بچہ اگرچہ بڑا ہوتا ہے مگر ناپختہ اور خام ہوتا ہے، جسم تو بڑھ گیا مگر دماغ ناپختہ ہے اس بچہ کو بہت زیادہ رہنمائی کی ضرورت ہے، اب وہ جو ناراض بچہ ہے اس کے حوالہ سے ماں باپ کو کچھ کام کرنے چاہئیں اور کچھ نہیں کرنے چاہئیں، ماں باپ نہ ان پر چلّائیں، اور نہ ان کو لعنت وملامت کریں، ان کو الزام نہ دیں، ان کو ڈرائیں نہ، ان کو جسمانی سزا نہ دیں اور ان کے ساتھ جنگ وجدال کی صورت بھی پیدا نہ کریں یہ چند چیزیں ہیں جو ماں باپ کو ترک کرنی چاہئیں۔

بعض امور کو انجام دیں

کرنا کیا چاہئے؟ ایک تو یہ کہ اپنی گفتگو کا انداز اور زیادہ محبت والا بنادینا چاہئے، ہمدردانہ ہونا چاہئے، پھر Cool down اپنے آپ کو بھی کرنا چاہئے، اپنے غصہ پر بھی قابو پانا چاہئے، بچے نے تو غلطی کرلی، اب وہ جو کچھ کرچکا ہے وہ ہوچکا۔ ماں باپ کا غصہ اور زیادہ کام کو بگاڑ دے گا، تو ماں باپ اپنے غصے پر قابو پائیں اور جب وہ خوش مزاج ہوں تو اچھے انداز سے اس کو برے نتائج کے بارے میں سمجھائیں، تاکہ وہ بچہ نیکی کی طرف آئے، پھر اس بچہ سے اس کے مسائل کے بارے میں اکثر باتیں کریں، ماں بیٹی سے بات چیت کا وقت زیادہ بڑھادے، باپ بیٹے سے بات چیت کا وقت بڑھادے، تب بچہ سمجھ پاتا ہے۔

بچوں کو زندگی کے مقصد سے آگاہ کریں

ایک بات یہ ہے کہ جب بچہ اس عمر میں آنے لگے اس سے پہلے بچے کو بتادو کہ تمہاری زندگی کا

ہدف یہ ہے، بچی کو پتہ ہو کہ مجھے نیک بننا ہے، عالمہ بننا ہے، بچپن سے بچے کو پتہ ہو کہ مجھے اسکول میں پڑھنا ہے تو انجینئر، ڈاکٹر بننا ہے، تاہم اس عمر میں داخل ہونے سے پہلے ماں باپ مقاصد اور امیدوں سے با خبر کردیں، تاکہ بچے اپنے مقصد زندگی کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

اس عمر میں بچوں کے بگڑنے کی چند علامات

پھر بچے کی اس عمر میں کچھ خطرے کی علامات ہوتی ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بچہ بگڑ رہا ہے۔ پہلی علامت ''کسی چیز کا بہت زیادہ ہوجانا، کیا مطلب؟ بہت زیادہ Moody (طبیعت میں بے کیفی)، Too stubborn (بہت زیادہ ضدی اور خودسر) Too mouch absent in school (اسکول سے بہت زیادہ غیر حاضر رہنا) تو یہ جو زیادتی ہے یہ بتاتی ہے کہ بچہ کچھ غلط کررہا ہے، پھر بچے کے اندر وزن کا یکدم بڑھ جانا ہے یا کم ہوجانا ہے یہ بھی ایک نشانی ہوتی ہے کہ اس کی حرکتیں کس طرح کی ہیں، پھر بچی کو نیند کی پریشانی کا ہونا رات کو بے خوابی کا ہونا، جو جوان بچہ نوجوانی کی عمر میں رات کو نہ سو سکے تو یہ علامت ہے کہ اس بچہ کا کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے، پھر بچے کی شخصیت میں جلدی تبدیلیاں آجاتی ہیں، پھر دوست میں جلدی جلدی تبدیلیاں آتی ہیں، آج یہ دوست تھا، کل وہ دوست ہے، پرسوں تیسرا دوست ہے تو یہ چیز بتاتی ہے کہ، Something is seriously wrong somewhere (کہیں نہ کہیں خاصی گڑبڑی ہے) اور یہ بچہ اپنے اسکول میں کئی موقعوں پر غیر حاضر رہتا ہے، پھر اس کے نمبرات کم ہوجاتے ہیں، اور ایک نشانی یہ کہ یہ بچہ تمباکو یا نشے کے اندر مبتلا ہوتا ہے تو سگریٹ پینا، نشہ کرنا یہ بھی اس کی نشانی ہوتی ہے اور ایک دوسری نشانی کہ یہ بچہ بات بات میں، مذاق میں خودکشی کا تذکرہ کرتا ہے، جو بچہ مذاق میں، بات میں اور لطیفوں میں خودکشی کا تذکرہ کرے اس کا مطلب کہ یہ ضمیر کا قیدی ہے یہ ایسے کام کرتا ہے جس پر اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے اس لئے یہ ماں باپ کے سامنے کبھی کبھی اندر کی چھپی ہوئی کیفیت کا اظہار کردیتا ہے، بچے میں کئی مرتبہ sexually (جنسی) بیماری آجاتی ہے، ماں کو ان پر نظر رکھنی پڑتی ہے، عام طور پر جو جنسی گندی حرکتیں ہیں وہ Bed and bath (بستر اور غسل خانہ) ان جگہوں پر زیادہ ہوتی ہیں، تو جب بچہ نہانے جائے تو وقت متعین کریں کہ تم کو پانچ منٹ میں باہر نکلنا ہے، اگر بچہ آدھا گھنٹہ غسل خانہ میں بیٹھا رہے گا تو یقیناً وہ غلط حرکتوں میں مبتلا ہوگا اسی طرح اگر بستر پر لیٹے رہنے کی عادت ہے، لڑکی بستر سے نہیں اٹھتی، لڑکا بستر سے نہیں اٹھتا، تو یہ چیز بھی علامت ہے، تو غسل خانہ اور بستر یہ دونوں چیزوں پر ماں باپ کو اس طرح Eagle

eye (کڑی نظر) رکھنی چاہئے کہ پتہ ہو کہ بچہ اٹھ کر فوراً بستر سے باہر آ گیا یا نہیں، بچوں کو یہ سمجھایا جائے کہ جب تمہاری آنکھ کھلتی ہے تو آنکھ کھلنے کے بعد تم بستر پر لیٹے نہیں رہ سکتے، تم سونے کے لئے اس وقت بستر پر جاؤ جب تمہاری آنکھ میں اتنی نیند ہو کہ تمہیں پتہ ہی نہ چلے کہ تم نے سر پہلے رکھا تھا یا نیند پہلے آئی تھی۔ جوان بچہ کا بستر پر ویسے ہی لیٹے رہنا اس کو جنسی بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے اس پر نظر رکھیں کہ بچے کیا پڑھتے ہیں؟ اور اسکرین پہ کیا دیکھتے ہیں؟ جب Adolescnce (۱۲ سے ۲۰ سال کا حصہ) کی عمر گزر جاتی ہے تو اس کے بعد بچے کے اندر احساس ذمہ داری زیادہ آ جاتا ہے۔

بچے کی جوانی بے داغ کیسے بنائیں؟

اب اگلا موضوع کہ بچہ جوان ہو گیا اس عمر میں اس کو پاکدامنی کیسے سکھائی جائے؟ تاکہ اس کی جوانی بے داغ رہے کوئی نہ کوئی اس کے استاد ایسے ہوں جو اس بچے کو سورۂ یوسف پڑھ کے اس کا ترجمہ، اس کے نکات، اس کے معارف سکھائیں اور بتائیں کہ جو پاکدامن ہوتا ہے اس کے ساتھ اللہ کی محبت ہوتی ہے، یوسف علیہ السلام کو زنا کی دعوت دی گئی تھی، مگر یوسف علیہ السلام نے اللہ کا خوف دل میں بٹھایا اور اس گناہ سے بچ گئے، نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ رب العزت نے ان کو دنیا میں عزتوں سے نوازا اور ان کو کامیاب فرما دیا، لہذا دنیا میں پرہیزگار پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے اور آخرت میں اس کو عرش کا سایہ نصیب ہوتا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ جس نوجوان بچے کو کوئی ایسی عورت اپنی طرف بلائے جو ذات، منصب و جمال، خوبصورت اور اچھے خاندان کی بھی ہو اور وہ نوجوان کہہ دے کہ **انی اخاف اللّٰہ** میں اللہ سے ڈرتا ہوں اللہ اس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے، تو پاکدامنی کی زندگی گزارنے والا نوجوان دنیا میں اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوتا ہے، آخرت میں اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا، ایسا نوجوان دنیا میں عزتوں کے تخت پر بٹھایا جاتا ہے اور آخرت میں اللہ اسے نور کے منبر پر بٹھائیں گے۔ تو یہ باتیں اس کو سمجھانی چاہئیں تاکہ بچے کو پتہ ہو کہ نیک بندے کے ساتھ اللہ کی محبت کیسے ہوتی ہے؟ جوانی کا یہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں انسان نیکی کی لائن پر ہو تو وہ بہت کچھ دنیا میں کر سکتا ہے، آپ ذرا واقعات پر غور کریں، جو کچھ دنیا میں ہوا اس کے پیچھے آپ کو جوان نظر آئیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب بتوں کو توڑا تھا، قرآن کہتا ہے کہ وہ اس وقت جوان تھے **سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۰** ۔ اصحاب کہف کے بارے میں دیکھئے، وہ اللہ کے مقبول بندے تھے ان کے بارے میں فرمایا **اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ**

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴿۱۳﴾ وہ بھی نوجوان تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالئے جب آپ نے نبوت کا اظہار فرمایا آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی، ابوبکرؓ کی عمر ۳۱ سال تھی، عمرؓ کی عمر اور کچھ کم تھی، علیؓ ویسے ہی اس وقت بہت جوان تھے، تو سب صحابہ ابتدا میں جوان لوگ تھے، جن سے اللہ نے دنیا میں ہدایت کا انقلاب برپا کر دیا اور اگر بعد میں دیکھنا ہے، تو وہ لوگ جو جوان تھے اور نیکی کی لائن پر آ گئے وہی دنیا میں آگے بڑھ گئے، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، عبداللہ ابن عمرؓ یہ تینوں نوجوان بچے تھے جو نبی علیہ السلام کی خدمت کرتے تھے، نبی علیہ السلام ان کے لئے دعائیں کرتے تھے، ایک امام الفقہاء بنے، ایک امام المحدثین بنے، اور ایک ان میں سے امام المفسرین بنے۔ یہی جوانی کی عمر ہوتی ہے اگر اسمیں انسان نیکی پر آ جائے تو وہ نیکی کی بلندی کو چھو لیتا ہے۔ اور بعد کی تاریخ میں دیکھ لیجئے دنیا میں جتنے بھی بڑے نمایاں قسم کے لوگ آئے اور انہوں نے اسلام کی خدمت کی یہ سب نوجوان تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ جوانی کی عمر میں بدلے، محمد بن قاسمؒ کی زندگی کو دیکھو، سترہ سال کی عمر ہے اور وہ کہاں سے چلے اور کہاں تک انہوں نے اسلام کو پھیلایا۔ ایک کافر بادشاہ نے ایک مسلمان عورت کو پکڑ لیا اور اس نے کہا کہ کون ہے جو میری عزت کو بچائے، محمد بن قاسم سترہ سال کا ہے، اس سے حجاج نے کہا تم جاؤ اور اس عورت کو آزاد کراؤ، محمد بن قاسم نے اپنی فوج خود تیار کی اور چلا، کہتے ہیں کہ اس کے اوپر اس بات کا اتنا غلبہ تھا کہ بیٹھے بیٹھے چونک پڑتا تھا اور کہتا تھا اے میری بہن میں حاضر ہوں، اے میری بہن میں حاضر ہوں، یہ بھی نوجوان ہے، سترہ سال کی عمر ہے مگر ایک مسلمان خاتون کی عزت بچانے کے لئے یہ اللہ کے نام پر چل پڑا اور دیکھو اس نے کہاں سے کہاں تک اسلام کا جھنڈا بلند کیا، اسی طرح سلطان محمد بن فاتح کی زندگی کو دیکھ لیجئے نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا جو قسطنطنیہ کو فتح کرے گا "نعم الامیر" کتنا اچھا وہ امیر ہوگا اور "نعم الجیش" کتنا اچھا وہ لشکر ہوگا اللہ نے یہ سعادت کسی بوڑھے کو نہ دی، ایک نوجوان تھا جس نے محبوب کی اس بات کو پورا کر دکھایا اور "نعم الامیر" بننے کی سعادت حاصل کر لی۔ علم کے راستہ پر آ کر دیکھئے امام شافعیؒ جب امام شافعی بنے، ان کی عمر تیرہ، چودہ سال کے قریب تھی، اس وقت وہ مسند درس پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ کی زندگی پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ بالکل ابتدائے جوانی میں وہ امام احمد بن حنبل بن گئے تھے، یہ جوانی ہی ہے جس میں انسان اپنے آپ کو اللہ کا مقرب بناتا ہے اور دین کی خدمت کرنے والے لوگوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے، کل کے بیان میں حضرت ..... فرما رہے تھے کہ علمائے دیوبند کی تاریخ کو دیکھ لیجئے حضرت

مولانا قاسم نانوتویؒ نے جب دارالعلوم کی بنیاد رکھی تو ان کی عمر ۳۵ سال کے قریب تھی، حضرت گنگوہیؒ کی عمر ۳۸ سال کے قریب تھی، میاں جی عابد کی عمر اس سے بھی کچھ کم تھی۔ تو یہ نوجوان لوگ ہی تھے، جنہوں نے دین کی محبت میں دین کی ہمدردی میں، اخلاص میں قدم بڑھایا، اللہ نے وہ قبولیت بخشی کہ آج وہ ادارہ پوری دنیا کے اندر ہدایت کو پھیلانے کا مرکز بن چکا ہے — تو جوانی ہی کی یہ عمر ہوتی ہے کہ جس میں انسان اللہ کے دین کا بھی خادم بنتا ہے اور اس عمر میں اگر اللہ کی محبت اس کے دل میں آجائے تو پھر وہ اپنا جان و مال سب دین پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ علامہ اقبال نے جنگ یرموک کے نوجوان کا عجیب قصہ شعروں میں لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند		تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام
اک نوجوان سیرتِ سیماب مضطرب		آکر ہوا امیرِ عساکر سے ہم کلام
اے بوعبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے		لبریز ہوگیا ہے مرے صبروسکوں کا جام
بیتاب ہورہا ہوں فراق رسولؐ میں		اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضور رسالت پناہؑ میں		لے جاؤنگا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق وشوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ		جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
بولا امیرِ فوج کہ ''وہ نوجواں ہے تو		پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمدؐ تیری مراد		کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام!
پہنچے جو بارگاہِ رسولِ امیں میں تو		کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے		پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضورؐ نے''

یہ نوجوان تھے جو اپنی زندگی دین کی خاطر اس طرح قربان کرتے تھے یہ وہ تھے جن کو شروع سے اچھی رہنمائی ملی، ماں باپ بھی نیک ملے اساتذہ بھی نیک ملے، اور انہوں نے محبت کی کھڑکی کھلتے ہی اس میں اللہ کو محبوب حقیقی بنالیا ان کی صلاحیتیں دین کے اوپر لگ گئیں، ایک آج کا زمانہ ہے کہ جب وہ محبت کی کھڑکی کھلتی ہے تو ماں باپ اس کو دین سے ایک طرف کرکے اس کو دنیا کی طرف لگادیتے ہیں، چنانچہ بچہ شیطان کا

نمائندہ بن کر پوری زندگی گزارتا پھرتا ہے یہ نوجوان بچوں کے بارے میں بات تھی۔

بچی کی جوانی کو بے داغ بنانے کے زریں اصول

اب ذرا اگلی بات سن لیجئے جو اس سے بھی زیادہ نازک ہے کہ بچی پر جب بلوغت کا وقت آتا ہے تو بچی کو بے داغ جوانی گزارنے کے لئے ماں باپ کو بہت زیادہ جتن کرنے پڑتے ہیں، سب سے پہلی بات بچی کے بارے میں یہ ذہن میں رکھئے گا، کہ جب بچی ماں باپ کے ساتھ ہو زیادہ محفوظ ہوتی ہے، بہ نسبت اکیلے پن کے، اکیلے میں وہ شکار ہوسکتی ہے، ماں باپ کے ساتھ ہوگی تو وہ محفوظ ہوگی، لہٰذا ماں کوشش کرے کہ فرشتے کی طرح اپنی بیٹی کے ہر وقت ساتھ رہے تاکہ بیٹی محفوظ رہے۔ دوسری بات بچی پردہ میں ہوگی تو زیادہ محفوظ رہے گی، پردہ کے بغیر ہوگی تو پھر غیر محفوظ ہوگی، تو بچی اپنے وقت پر پردہ کرلے۔ تیسری بات کہ بچی گھر میں ہوگی تو زیادہ محفوظ ہوگی، گھر سے باہر نکلے گی تو غیر محفوظ ہوگی۔ ان تین باتوں کا خیال رکھنا، یہ ماں باپ کے لئے ضروری ہے۔ چند اور باتیں ہیں جو مبنی بر تجربہ ہیں، آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں، مگر ممکن ہے کہ بعض ماؤں کو تجربہ اس سے بھی زیادہ ہو اور ان کے ذہن میں اور بھی نکات آئیں، تو جو اچھے نکات ہوں ان کو خود ہی اپنا لیجئے۔ مثال کے طور پر بچی کو کہا جائے کہ شیشہ کے سامنے زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہئے، کیونکہ اس کو کنوارہ پن میں آئینہ کی ضرورت نہیں ہے، اگر آپ دیکھیں کہ بچی دس منٹ شیشے کے سامنے کھڑی ہے تو یہ اس کی ذہنی کیفیت کا اظہار ہے۔ اسی طرح بچی کو بتائیں کہ ٹی وی اور انٹرنیٹ اور فیس بک اس سے وہ دور ایک طرف رہے۔ آج کل تو بعض مرد، لڑکی بن کر نٹ پر بات چیت شروع کرتے ہیں اور جب دوسری لڑکی کی ساری معلومات اگلوا لیتے ہیں تب اس کو بلیک میل کرتے ہیں کہ میں تو مرد ہوں تم مجھ سے ملو ورنہ تم نے یہ جو فوٹو بھیجا تھا میں اس کو Youtube پر دے دوں گا اور کتنی بچیاں ہیں جو اس کی وجہ سے غیر مردوں کا شکار بن جاتی ہیں، بچیوں کو یہ بات سکھانی چاہئے کہ اگر آپ ای میل بھیجتی ہیں تو دوسرے بندے کو آپ کا پتہ معلوم ہوجاتا ہے، آپ فوٹو بھیج رہی ہیں کمپیوٹر کے ایسے پروگرام ہیں کہ جہاں سے فوٹو آیا وہ ایڈریس مل جاتا ہے اور یہ ایڈریس کس بندے کا ہے حتی کہ ان کے گھر کا ایڈریس بھی ڈھونڈ لیا جاتا ہے، تو جو بچی کسی کو بھی اپنا فوٹو ایک مرتبہ بھیج بیٹھی، اس نے اپنے گھر کا ایڈریس بھی اس بندے کو بتا دیا۔ جان بھی خطرے میں عزت آبرو بھی خطرے میں تو Online safety کے بارے میں آج ماں اپنی بیٹی کو کچھ بھی نہیں بتاتی، بچی غلطی کرلیتی ہے اور پھر اس کے نتائج ماں باپ کو بھی بھگتنے پڑتے ہیں۔ مخلوط محفلوں میں بچی کو نہ لے جائیں اس

میں بہت زیادہ خطرہ ہے، شروع سے کوشش کریں کہ بچی پردہ میں ہو اور غیر لڑکوں اور مردوں سے اس کا Interaction (بات چیت) نہ ہو اگر مخلوط محفلوں میں جائے گی، تو یہ نہیں بچ پائے گی، لڑکا لڑکی اس طرح ایک دوسرے سے Contact (ربط) کر لیتے ہیں کہ۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

ایک دوسرے کے پاس پیغام چلے جاتے ہیں، فرشتوں کو بھی اس کا پتہ نہیں چلتا ماں باپ کو تو کیا پتہ چلے گا، کنواری لڑکی کنوارہ پن میں ڈرائیونگ نہ کرے یہ سب سے زیادہ بہتر ہے، اگر ضرورت ہے تو باپ لے کر جائے یا ماں لے کر جائے، جو بھی انتظام کریں، اکیلی بچی کی ڈرائیونگ سب سے زیادہ خطرہ کی بات ہے۔ پھر بچی کو یہ سمجھایا جائے کہ No trust on males مردوں پر کبھی اعتماد نہ کرو، یہ بچی کے ذہن میں پہلے سے ڈال دیں کہ مرد فطرتاً Opportunist (موقع پرست) ہوتا ہے جہاں اسکو موقع ملے گا وہ ضرور Sexual advancement جنسی آسودگی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، اگر نہیں کرے گا تو وہ کوئی تربیت یافتہ بندہ ہوگا۔ ورنہ 99.99 فیصد مرد جہاں موقع ہوگا وہ ضرور جنسی عمل کرنے کی کوشش کریں گے، لہٰذا مرد پر اعتماد ہی نہیں کرنا چاہئے ، وہ سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو، تو بچی کو یہ بات بھی ضرور سمجھائیں۔ اگر بچہ ہے اور کسی مرد کے ہاتھ میں دینا ہے تو براہ راست ہاتھوں سے ہاتھ میں مت پکڑائیں بلکہ بچہ کو لٹا دیا جائے دوسرے مرد کو اٹھانا ہے تو وہ اٹھا لے، نہ اس کے ہاتھ سے خود پکڑیں، نہ اس کو ہاتھ میں پکڑائیں، یہ بچہ کا پکڑانا ہی مرد کے لئے جنسی تسکین حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، کبھی وہ چھاتی پر ہاتھ لگا دیتا ہے، کبھی ہاتھوں کو دبا دیتا ہے اپنا پیغام وہ دے دیتا ہے۔ بچی کو بتائیں کہ کنوارہ پن میں بال کھلے رکھنا ایک بری عادت ہے، اس کو ڈھک کر رکھیں ، کیا ضرورت ہے دکھانے کی؟ کہ میرے بال لمبے ہیں، میرے بال Curly (گھنگریالے) ہیں، میرے بال بڑے Shiny (چمکدار) ہیں، یہ چیز چھپنی چاہئے، Beauty (خوبصورتی) کی چیز کا چھپے رہنا کنوارہ پن میں سب سے زیادہ بہتر ہوتا ہے، آپ سوچیں کہ اگر آپ کے پاس کچھ پیسے ہیں تو ہتھیلی پر لے کر سب کو تو نہیں دکھاتی پھرتیں، پتہ ہے کہ لوگ جھپٹ سکتے ہیں، کھینچ سکتے ہیں اپنی خوبصورتی کو چھپائیں یہ خوبصورتی اللہ نے خاوند کے لئے بنائی ہے، جب چھپائیں گی تو آپ کی عزت بچی رہے گی، اسی طرح کنوارہ پن میں Dinner (رات کا کھانا) کی دعوت ”نامنظور“ لکھ لیجئے کہ

کنواری بچی کو کہیں بھی رات کے کھانے پر نہ لے کر جائیں، شیطان آئے گی کہے گی میری سہیلی کی Birthday (یوم پیدائش) ہے اس نے Dinner کی دعوت کی ہے یہ جو Dinner ہے یہ Killer قاتل بن جاتا ہے، اس لئے کنواری بچی کی Dinner کی دعوت مستقل بند کرنی چاہئے، ہاں اگر اس کو سہیلیوں کے ساتھ کھانا کھانا ہے تو اس کے دو طریقے ہیں۔ پہلا اصول تو یہ کہ دعوت ہمیشہ اپنے گھر میں ہو، ماں اس کو کہے کہ تم اپنی سہیلیوں کو اپنے گھر میں بلاؤ میں کھانا بناتی ہوں، تمہاری سہیلیاں گھر میں آکر دوپہر کا کھانا کھائیں گی یعنی کنواری بچی کی دعوت فقط دوپہر کے کھانے پر ہونی چاہئے اور وہ بھی اپنے گھر میں ہونی چاہئے، یہ سب سے زیادہ محفوظ طریقہ ہوتا ہے، ایک بات اور کنواری بچی کو خالہ کے گھر ایک دن بھی سونے کے لئے اجازت نہ دینا، چچا کے گھر، فلاں کے گھر اس سے اس کو روک دینا چاہئے، بہت سی بچیاں رشتہ داروں کے گھر سونے کے نام پر غیر لڑکوں کے ساتھ اپنے تعلقات جوڑتی ہیں، ان کے ہاتھ کھلونا بنتی ہیں، اسی طرح کنواری بچی کے لئے کسی Gym center (ورزش خانہ) جانے کی اجازت نہیں اگر اس کو ورزش کرنی ہے تو گھر میں کرے آپ اس کے لئے ورزش کا سامان گھر میں لاکر رکھیں دوڑنا ہے، بھاگنا ہے، بیڈمنٹن کھیلنا ہے، رسی کودنا ہے گھر میں کودے جم خانہ میں نہیں، جو بچیاں Gym میں جاتی ہیں وہ ورزش کے بعد پھر بہت کچھ آگے بھی کرتی ہیں، جن کے قصے چھپے ہوئے نہیں ہیں، یہ اصول بنا لیجئے کہ بچی بازار والدہ کے ساتھ ہی جائے، سہیلی کے ساتھ بازار جانا چاہتی ہے تو اس کی ہرگز اجازت نہیں، یہ شاپنگ مال ان کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کا ذریعہ بن جاتا ہے، یاد رکھنا کہ لڑکی کمزور دل ہوتی ہے اکیلی گناہ نہیں کرسکتی اس کو کسی کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا دو لڑکیاں مل کر مشورہ کر کے پھر آگے قدم بڑھاتی ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں پہلی دوسری کو اسکے Boy friend سے ملانے میں اور دوسری پہلی کو، اس لئے سہیلی کے ساتھ خریداری بالکل بند ہونی چاہئے، اگر بچی سہیلی کے ساتھ خریداری کرنا ہی چاہتی ہو تو ماں کو ساتھ جانا چاہئے اگرچہ پانچ دس فٹ پیچھے رہیں مگر ساتھ ساتھ رہیں تاکہ بچیاں خریداری ہی کریں دل کے سودے نہ کر آئیں۔ بچیوں کو یہ بات شروع سے سمجھانا چاہئے کہ عمر دراز خواتین کی محفل میں نہ بیٹھیں یہ بھی چیز بہت نقصان دہ ہے بڑی عمر کی خواتین جب بیٹھتی ہیں تو ان کے مذاق بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں، وہ معلومات بھی اسی طرح کی دیتی ہیں کہ جوان بچیوں میں اسکو سن کر جنسی میلان بڑھتا چلا جاتا ہے لہٰذا جوان بچی بڑی عمر کی خواتین کی محفل میں نہیں بیٹھ سکتی۔ چائے لائے واپس چلی جائے پانی لائے واپس چلی

جائے، انکی مجلس میں بیٹھنے کی ہر گز اجازت نہ دی جائے، بچی کو جوان ہونے پر Pocket money (جیب خرچ) تو دینی چاہئے مگر وہ ضرورت کے بقدر ہو، اتنی نہ ہو کہ اس سے تحفہ خرید کر اپنے دوست کو دے رہی ہو اور ان پیسوں کو وہ کسی غلط استعمال میں لا رہی ہو، اگر وہ تحفے دینا چاہتی ہے تو ماں کے ذریعہ سے دے، ماں خود اس تحفہ کو پہنچائے تو ٹھیک، ورنہ تحفہ کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ بچی کو سینا پرونا اور اس قسم کی دوسری چیزیں سیکھانا ضروری ہے، البتہ اس کو سمجھانا چاہئے کہ لڑکی کی پاکدامنی کتنی ضروری ہے اور اس پر بچی کو کتنا اجر ملتا ہے، کچھ علامتیں ہیں جن سے پتہ چل جاتا ہے کہ بچی کن ہواؤں میں ہے جو بچی کسی کی محبت میں ہوتی ہے وہ تنہائی پسند بن جاتی ہے، اور وہ عام طور پر اپنی اچھی اچھی تصاویر یا تو فون میں محفوظ کرتی ہے یا بنوا کر محفوظ کرتی ہے تصویر کی عادت کا ہونا یا پسندیدگی کا ہونا یہ خطرہ کی نشانی ہے۔ جو بچی محبت میں گرفتار ہوتی ہے وہ راتوں کو جاگتی ہے، نیند نہیں آتی اور اس کی ایک آسان نشانی ہے کہ اس کی فجر کی نماز قضا ہوتی ہے، جس بچی کی فجر کی نماز قضا ہو سمجھ لیں کہ دال میں کچھ کالا ہے، پھر یہ بچی کسی کے عشق میں گرفتار ہو جاتی ہے، یہ بہت حساس اور Defensive (مدافعت پر آمادہ) ہو جاتی ہیں ماں سے کہتی ہے آپ کیوں مجھ سے پوچھ رہی ہیں؟ کیا ضرورت ہے پوچھنے کی؟ یہ مدافعت کرنے لگ جاتی ہے اور ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی ہے، منہ بنا لیتی ہے تو اس کا مطلب کہ کچھ نہ کچھ اس کے اندر ہے جس کو چھپانا چاہتی ہے لہٰذا ماں کے سامنے اپنے آپ کو کھولنا نہیں چاہتی۔ اس کی ایک نشانی اور بھی ہے کہ جو بچیاں اسطرح کی ہوتی ہے ان میں عبادت کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے، نہ نماز پڑھنے کو دل کرتا ہے، نہ تلاوت کو بلکہ اس کے لئے مصلے پر آنا مصیبت ہوتا ہے، ایک علامت یہ کہ بچی تنہائی چاہتی ہے اور یہ کہ اسکے پاس انٹرنیٹ ہو، تنہائی اور انٹرنیٹ یہ اس کی دلیل ہے کہ کہیں نہ کہیں اس کا معاملہ ہے، جسطرح ڈاکٹر Symptom (علامت) کے ذریعہ سے بیماری کو پہچان لیتا ہے، اسی طرح ماں بیٹی کی ان نشانیوں سے اس کی ذہنی کیفیت کو پہچان لیتی ہے، بچی کو تعلیم دینی چاہئے کہ جو بچی دنیا میں پاکدامنی کی زندگی گزارتی ہے اللہ تعالیٰ اسکی دعائیں اس طرح قبول کرتے ہیں جس طرح کہ اللہ رب العزت ولایت کبریٰ کے مقام کے اولیاء کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، مرد کی قیامت کے دن جو بخشش ہوگی وہ عبادت کی وجہ سے اور دین کی خدمت کی وجہ سے ہوگی، اور عورت کی مغفرت قیامت کے دن اس کی پاکدامنی کی وجہ سے ہوگی، اس لئے تو فرمایا کہ اگر کوئی نیک عورت جس نے پاکدامنی کی زندگی گزاری، اس حال میں مری کہ خاوند اس سے خوش ہے، اس کے لئے جنت کے

سب دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

عورت کا سب سے بڑا جہاد عزت وناموس کی حفاظت ہے

ایک بات جو بچی کو بار بار سمجھانا چاہیئے وہ یہ کہ مرد کا جہاد، دشمن کے ساتھ تلوار کے ذریعہ سے ہوتا ہے،عورت کا جہاد گھر میں ہوتا ہے غیر محرم سے اپنی عزت کی حفاظت کرنے سے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے مردوں سے جہاد کرنے پر بیعت لی تھی، اورعورتوں سے عصمت کی حفاظت کرنے پر بیعت لی تھی ،مجاہد کا جہاد گھر سے باہر نکل کر ہوتا ہے،عورت کا جہاد گھر میں رہ کر عزت کی حفاظت کرنے سے ہوتا ہے،مجاہد کا جہاد کافر دشمن کے ساتھ ہوتا ہے،عورت کا جہاد غیر محرم سے اپنی حفاظت کرنے سے ہوتا ہے، دشمن مجاہد کے اوپر گولیاں برساتا ہے ،غیر محرم مرد عورت پر مست نگاہوں کے تیر چلاتا ہے ، دشمن مجاہد کے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ،غیر محرم عورت کے جسم پر اختیار حاصل کرنا چاہتا ہے ، دشمن مجاہد کے ملکی وسائل سے فائدہ لینا چاہتا ہے،غیر محرم عورت کے جسم سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے،مجاہد دشمن کو ملک کی سرحد سے دور رکھتا ہے ،عورت اپنے آپ کو غیر محرم سے دور رکھتی ہے ،مجاہد دشمن کو ملک کے اندر ایک انچ گھسنے کی اجازت نہیں دیتا،عورت غیر محرم کو اپنے جسم کے ساتھ ایک انگلی ٹچ کرنے کی اجازت نہیں دیتی ،مجاہد دشمن پر اعتماد نہیں کرتا ،عورت غیر محرم پر اعتماد نہیں کرتی ،مجاہد مورچے میں رہ کر دفاع کرتا ہے،عورت گھر کی چہار دیواری میں عزت کا دفاع کرتی ہے،مجاہد سمجھتا ہے دشمن نے دیکھ لیا تو جان کا خطرہ ہے ،عورت سمجھتی ہے غیر محرم نے دیکھ لیا توعزت وآبرو کا خطرہ ہے، دشمن مجاہد کے ملک کو لوٹ لیتا ہے ،غیر محرم عورت کی عزت وآبرو کو لوٹ لیتا ہے، مجاہد نے دشمن کو دور رکھ کر غازی کا درجہ پایا،عورت نے غیر محرم کو دور رکھ کر اللہ کے یہاں مجاہدہ کا لقب پایا،مجاہد دشمن سے چھپ کر کام کرتا ہے،عورت غیر محرم سے چھپ کر اپنا کام کرتی ہے،مجاہد دشمن کے وار سے بچنے کے لئے زرہ پہنتا ہے،عورت غیر محرم کی نگاہوں سے بچنے کے لئے برقع پہنتی ہے ،مجاہد کو دشمن کے سامنے استقامت دکھانے پر کامیابی ملتی ہے،عورت کو غیر محرم کے مقابلے میں استقامت دکھانے پر کامیابی ملتی ہے، دشمن مجاہد سے مذاکرات کو چال کے طور پر استعمال کرتا ہے،غیر محرم عورت سے بات چیت کو چال اور جال کے طور پر استعمال کرتا ہے، دشمن مجاہد کے ملک میں جاسوس بھیجتا ہے،غیر محرم عورت کی طرف کوئی پیغام رساں یا میسیج یا فون کال بھیجتا ہے، دشمن مجاہد کے راستے میں سرنگیں بچھاتا ہے،غیر محرم عورت کی طرف تحفے تحائف بھیج کر اس کے لئے روحانی سرنگیں بچھاتا ہے،مجاہد کو دن رات سرحد کا پہرہ دے کر اجر ملتا ہے،عورت

کو دن رات غیر محرم سے محتاط رہنے پر اجر ملتا ہے مجاہد دشمن کو رمل کے ذریعہ کمزوری کا پتہ نہیں چلنے دیتا، عورت پردے کے ذریعہ غیر محرم کو اپنے حسن کا پتہ نہیں چلنی دیتی، اندرونی دشمن مجاہد کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیتا ہے ،عورت کو اس کا نفس غیر محرم کے سامنے نرم ہو جانے پر مجبور کرتا ہے، مجاہد کو جہاد اللہ کا قرب عطا کرتا ہے، عورت کو پاکدامنی اللہ کا قرب عطا کرتی ہے، مجاہد کو دشمن سے خطرہ ہو تو مؤمن دوست سے مدد ملتی ہے، عورت کو غیر محرم سے خطرہ ہو تو محرم مردوں سے مدد ملتی ہے ،مجاہد کو چاہیئے کہ دشمن کے حملے کا دندان شکن جواب دے، عورت کو چاہیئے کہ غیر محرم کی بات کا منہ توڑ جواب دے ،مجاہد کو چاہیئے کہ اپنے ملک کی حفاظت سے محبت کرے، عورت کو چاہیئے کہ اپنے ناموس کی حفاظت سے محبت کرے، مجاہد کی دعائیں اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہیں ، پاکدامن کی دعائیں اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہیں ،مجاہد کو اندرونی دشمن سے خطرہ زیادہ ہوتا ہے، عورت کو غیر محرم رشتہ دار سے خطرہ زیادہ ہوتا ہے، مجاہد ملک کی حفاظت کرتے ہوئے مرے تو شہید ہوتا ہے، عورت اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے مرے تو اللہ کے یہاں شہید ہوتی ہے، مجاہد کو چاہیئے اپنی کامیابی کے لئے اللہ سے دعائیں مانگے ،عورت کو چاہیئے کہ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے ہمیشہ اللہ سے دعائیں مانگے۔

محبت کے تین درجات

اب ایک آخری نکتہ جس کو بہت Clearly (صاف طور سے) سمجھنا چاہیئے وہ یہ کہ تین لفظ ہوتے ہیں ایک ہوتا ہے Liking (پسند کرنا) دوسرا Loving (محبت کرنا) اور تیسرا Lusting (جنسی یا شہوانی طلب کا ہونا) یہ تین الگ الگ لفظ ہیں تینوں کے الگ الگ حدود ہیں Liking بہت ابتدائی چیز ہے Loving، اس سے اوپر کی چیز ہے Lusting انتہا درجے کی چیز ہے Liking کہتے ہیں کسی کی اچھی صفات کی وجہ سے کسی کو کوئی اچھا لگے، کوئی کھلاڑی اچھا لگے، کوئی مقرر اچھا لگے، یا کوئی ایسا بندہ جس کا مضمون اچھا لگے ،کسی کی Poetry (شاعری)اچھی لگے اس کو Liking کہتے ہیں، تو لڑکی کے ذہن میں Liking کسی کے بھی بارے میں آسکتی ہے، مجھے علامہ اقبال کی شاعری پسند ہے، مجھے فلاں کے مضامین پسند ہیں، فلاں کی کتاب پسند ہے یہ Liking ہے جو عام بات ہے، انسان ہے اسکو بعض چیزیں اچھی لگتی ہیں تو یہ Liking ہوتا ہے۔ ایک ہوتا ہے Loving، اس کا درجہ پہلے والے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے وہ محرم مردوں کے لئے ہوتا ہے جیسے بھائی سے محبت ہوتی ہے، باپ سے محبت ہوتی ہے، بیٹے سے محبت ہوتی

ہے یا دین کی محبتیں، جن کا مقصد اللہ کا تعلق ہے نبی علیہ السلام سے محبت، صحابہ سے محبت، اولیاء سے محبت، شیخ سے محبت یہ سب Love ہیں، مگر ان میں اللہ کی نسبت ہوتی ہے تو یہ درجہ محبت تک پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً کوئی عورت کہے مجھے اپنے شیخ سے محبت ہے، اب اس محبت میں کہیں بھی درمیان میں جنس نہیں آسکتی، چونکہ نسبت اللہ کی ہے یہ نبی علیہ السلام کے نائب ہونے کی وجہ سے تعلق ہے، تو اس کے لئے اگلے میں بھی Love کا امکان ہوسکتا ہے۔ علماء سے محبت ہونا اللہ کے لئے دین کے داعی سے محبت ہونا اللہ کے لئے یہ Loving ہے تو Liking پہلا درجہ ہے Loving دوسرا درجہ ہے، تیسرا اس کو Lusting کہتے ہیں شہوت کا تعلق یہ فقط عورت کے لئے اپنے خاوند کے ساتھ ہوتا ہے، اِس کو اچھی طرح بچی کے ذہن میں بٹھا دیں کہ شہوت کا جو معاملہ ہے اس کا تعلق خاوند کے ساتھ ہے خاوند کے علاوہ کہیں اور ہوگا تو انسان اللہ کا مجرم بنے گا، تو یہ تین الگ الگ چیزیں بچی کے ذہن میں بٹھانی چاہئیں اس کو صاف طور پر پتہ ہو کہ کس کے ساتھ میرا تعلق اس طرح کا رہ سکتا ہے۔ تو ایک Liking ہوتی ہے، ایک Loving ہوتی ہے، اور ایک Lusting ہوتی ہے Lusting کو اللہ نے خاوند کے لئے مخصوص کردیا، لہٰذا کوئی بھی بندہ چاہے محرم ہو یا وہ دین کے تعلق والا ہو اگر وہ Lusting کی کوئی بات کرتا ہے، اس کا مطلب کہ اپنی حد سے بڑھ رہا ہے، عورت کو اس سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے، تو یہ تین درجہ بچی کو بتانے چاہئیں پہلا Liking ہے دوسرا Loving ہے تیسرا Lusting اور یہ درجہ فقط خاوند کے لئے ہے اور ان سب کا اصل اصول یہ ہے کہ اگر بچی کو دوستی کرنے کا مرض ہے تو کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو بیچ دریا میں کشتی ڈبو بیٹھے گی، اور اگر اس کو دوستی کرنے کا مرض نہیں تو وہ کتنی ہی کند ذہن کیوں نہ ہو اپنی کشتی ہمیشہ کنارے لگا دے گی، اس لئے ماں باپ کو دعا بھی کرنی چاہئے اللہ نوجوان بچوں اور بچیوں کو ایسی جوانی دے جو بے داغ ہو، علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کرگئی شاہین بچے کو صحبت زاغ

حیاء نہیں زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تیری رہے بے داغ

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہماری بچیوں اور بچوں کو اپنی جوانی بے داغ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

مولانا زاہد الراشدی☆

افغانستان کی موجودہ صورت حال
اور
افغان طالبان کا موقف

[افغانستان ہمارا پڑوسی ملک ہے۔ پڑوسی کے اس رشتہ کی وجہ سے ہم باشندگان ہند کا یہ حق ہے کہ ہمیں وہاں کی صحیح صورت حال معلوم ہو، پاکستان کے معروف عالم دین مولانا زاہد الراشدی نے اپنے مؤقر رسالے ''الشریعہ'' (فروری 2014) کے اداریے میں اس سلسلہ میں کچھ اہم معلومات فراہم کی ہیں —— ذیل میں وہی مضمون ان کے شکریہ کے ساتھ نذرِ ناظرین کیا جارہا ہے —— ادارہ]

امارت اسلامی کی اعلیٰ سطحی قیادت ان دنوں پاکستان کے سرکردہ علماء کرام اور دینی راہ نماؤں کو اپنے موقف اور پالیسیوں کے حوالہ سے بریف کرنے کے لئے ان سے رابطوں میں مشغول ہے جو ایک خوش گوار امر ہے اور اس کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی۔ افغان طالبان کے بارے میں عالمی اور علاقائی میڈیا طرح طرح کی خبروں اور تبصروں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے جو عموماً منفی اور کردار کشی پر مبنی ہوتا ہے، جب کہ خود افغان طالبان کا میڈیا محاذ اس حوالہ سے بہت کمزور ہے اور ان کے پاس اس کے وسائل بھی نظر نہیں آتے۔ اس خلا کو کسی حد تک باہمی رابطوں اور میل جول سے پر کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے امارت اسلامی افغانستان کی اس تازہ مہم سے ہمیں اطمینان حاصل ہوا ہے اور ہم اس کے جاری رہنے کی امید کرتے ہیں۔

امارت اسلامی افغانستان کے چند سینئیر راہ نماؤں کے ساتھ رابطوں کے دوران راقم الحروف کو بھی

☆رئیس التحریر، ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ (پاکستان)

گفتگو کا موقع ملا ہے جس کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

افغان راہ نماؤں کا کہنا ہے کہ انہوں نے بیرونی عسکری جارحیت کے خلاف جو کامیابیاں حاصل کی ہیں اس کا اعتراف اب عالمی سطح پر بھی ہونے لگا ہے اور یہ رائے عام ہوتی جارہی ہے کہ نیٹو اتحاد افغانستان طالبان کے خلاف اس جنگ میں اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکا اور اب وہ باعزت واپسی کے راستے تلاش کر رہا ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی مبالغہ نہیں ہے لیکن اب امارت اسلامیہ افغانستان کو ڈپلومیسی اور میڈیا کے محاذ پر جن مشکلات کا سامنا ہے اس کے لئے پاکستان کے دینی حلقوں کی توجہ اور سرپرستی ضروری ہے۔ مثلاً وسائل کی کمی ان کے لئے اپنی پوزیشن کی وضاحت اور بہی خواہوں کے ساتھ رابطوں میں بڑی رکاوٹ ہے۔ خصوصاً میڈیا کے شعبہ میں غلط پروپگنڈہ کا جواب جس قدر ضروری محسوس ہوتا ہے اس سے زیادہ مشکل دکھائی دیتا ہے۔

ڈپلومیسی کے محاذ پر ان کا کہنا ہے کہ اب امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی سب سے بڑی خواہش اور کوشش یہ ہے کہ جانے سے پہلے کسی نہ کسی طرح حامد کرزئی کو افغانستان کے ایک جائز حکمراں کے طور پر تسلیم کرلیا جائے۔ اس کے لئے لوئی جرگہ اور بین الاقوامی کانفرنسوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کی دینی قیادت کی اہم شخصیات کو مصالحت کے نام پر حامد کرزئی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بٹھا کر کٹھ پتلی حکومت کے امیج کو بہتر بنانے کی کوشش ہو رہی ہے جو حامد کرزئی کو جائز حکمراں کی حیثیت دینے کی چال سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ گذشتہ سال کابل میں علماء کرام کی ایک بین الاقوامی کانفرنس اسی مقصد کے لئے منعقد ہوئی تھی جس میں شرکت سے انکار کرکے پاکستان کے علماء کرام نے اس چال کو ناکام بنا دیا تھا۔ اب اسی طرح کا جال پھیلایا جارہا ہے، اس لئے امارت اسلامی افغانستان کی علماء کرام سے یہ اپیل ہے کہ وہ اس سے ہوشیار رہیں۔

طالبان راہ نماؤں کا یہ بھی کہنا ہے کہ افغان طالبان نے یہ جنگ مظلوموں کے سب سے بڑے ہتھیار ''فدائی حملہ'' کے ذریعہ لڑی ہے اور اس میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس ہتھیار کی علی الاطلاق مخالفت اور اسے مطلقاً حرام قرار دینے کے فتوے پر ان کے تحفظات ہیں اور وہ اسی میں اپنا نقصان محسوس کر رہے ہیں۔

اسی دوران طالبان راہ نماؤں کی طرف سے ایک مفصل تحریری موقف تقسیم کیا گیا ہے جس کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ عام کرنے ضرورت ہے۔ جبکہ کالم کا دامن تنگ ہونے کی

وجہ سے اس کا صرف ایک حصہ ہم اس میں پیش کر رہے ہیں، مگر اس سے قبل میں اپنی گفتگو کا مختصر خلاصہ بھی پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ جہاں تک افغانستان میں ہونے والے جہاد کا تعلق ہے ہم اسے افغانستان کی قومی آزادی کی جنگ اور شرعی جہاد سمجھتے ہیں۔ روسی استعمار کے خلاف ان کی جنگ بھی شرعی جہاد تھا اور امریکی استعمار کی عسکری یلغار کے خلاف انکی مزاحمت اور جنگ بھی شرعی جہاد ہے۔ اسی طرح امارت اسلامی افغانستان نے اپنے پانچ سالہ دور اقتدار میں خلفاء راشدینؓ کی روایات کو جس طرح زندہ کیا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا میں نفاذ اسلام کے نئے دور کا نقطۂ آغاز ہے اور ہم اسکی کامیابی کے لئے پرخلوص خواہش کے ساتھ دعا گو بھی ہیں۔

حامد کرزئی کو ہم افغانستان کا جائز حکمراں تصور نہیں کرتے اور ہمارا موقف یہ ہے کہ غیر ملکی فوجوں کے مکمل انخلاء کے بعد افغان عوام اپنی آزادانہ رائے کے ساتھ جو حکومت قائم کرے گی وہی جائز حکومت ہوگی، اس لئے حامد کرزئی یا اس کے نمائندوں کے ساتھ ان معاملات میں کسی بھی درجہ کی یک طرفہ شرکت غیر اصولی بات ہے۔

فدائی حملوں کے بارے میں ہمارا شروع سے یہ موقف ہے جس کا ہم کئی بار اظہار کر چکے ہیں کہ یہ مظلوم اور بے بس قوموں کا آخری جنگی ہتھیار رہتا ہے جو ہر دور میں استعمال ہوتا آرہا ہے اور آج بھی بے بس مظلوموں کے لئے یہ آخری ہتھیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے کسی بھی شرعی جہاد یا جائز جنگ میں اس کے استعمال پر ہمیں کوئی اشکال نہیں ہے۔ البتہ پاکستان کے مختلف حصوں میں عام آبادیوں، مساجد، امام بارگاہوں، گرجا گھروں اور مارکٹوں میں ان خودکش حملوں کے ذریعہ جو تباہی پھیلائی جا رہی ہے، اسے ہم شرعاً درست نہیں سمجھتے اور یہ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ اسی لئے پاکستان کا امن و استحکام صرف پاکستانیوں کی ضرورت نہیں بلکہ اسلام اور عالم اسلام کے بھی مفاد میں ہے اور اس میں بدامنی کا فروغ ملت اسلامیہ کے لئے باعث نقصان ہے۔ ہم ان حملوں کے بارے میں واضح تحفظات رکھتے ہیں اور جائز فدائی حملوں اور ناجائز خودکش حملوں کے درمیان فرق قائم رکھنے اور اسے واضح کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستان کے اندر ہونے والی اس قسم کی کارروائیوں میں افغان طالبان کا کسی درجہ میں بھی کوئی حصہ نہیں ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ امارت اسلامی افغانستان ایسی

کارروائیوں کی کسی طرح بھی حمایت نہیں کر رہی، لیکن میڈیا کے یک طرفہ پروپگنڈہ کی وجہ سے اور ناموں کی مشابہت کی وجہ سے جو غلط فہمیاں پھیلتی جا رہی ہیں ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس فرق کو واضح کرتے رہنا از حد ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں امارت اسلامی افغانستان کے تحریری موقف میں جو وضاحت کی گئی ہے وہ اطمینان بخش اور خوش آئند ہے، قارئین کرام اسے بھی ملاحظہ فرمالیں:

''آخر میں امارت اسلامیہ کی پالیسی اور طریقہ کار سے اچھی طرح آگاہ کرنے کے لئے ہم یہ چند وضاحتیں ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہمارے پاس کام کے طریقۂ کار کے لئے جید علماء کی جانب سے تائید شدہ مرتب اصول اور لائحہ عمل موجود ہے۔ ہر طرح کے مسائل میں تجربہ کار شیوخ اور علماء کرام سے فتوے طلب کئے جاتے ہیں۔ آپس کے مشورے اور اطاعت کے جذبہ سے ہر کام انجام دیا جاتا ہے۔ ہمارے فیصلے ہمارے جذبات کے نہیں اصول کے تابع ہیں۔ ہم دشمنوں کی سازشوں کی طرف متوجہ ہیں۔ دنیا کے حالات سے خود کو باخبر رکھتے ہیں۔ داخلی و خارجی سیاست میں امور کے بہتر نظم وضبط کے لئے الگ الگ کمیٹیاں متعین کی گئی ہیں۔ ایک دوسرے کے کاموں میں بے جا مداخلت نہیں کی جاتی۔ اپنی بساط کے مطابق ہم نے کوشش کی ہے کہ کام اہل کار افراد کے سپرد کیا جائے۔ علماء کرام اور صاحب نظر لوگوں کے مشورے اور نقطہ ہائے نظر بڑی وسعت قلبی اور دل کی خوشی سے سنتے اور ضرورت کے وقت ان سے استفادہ بھی کرتے ہیں۔ ہمارے طریقہ کار میں ہر معاملہ میں بلاضرورت اور بے وقت دست اندازی اور لوگوں کو بے جا تنگ کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ نہ کسی کو دھمکانے اور نہ تاوان کی غرض سے لوگوں کو اغوا کرنے کو قانونی سمجھتے ہیں۔ اور نہ شک کی بنا پر کسی کے جان و مال کی جانب دست درازی جائز سمجھتے ہیں۔ مجاہد کے نام پر بھتہ خوری مجاہد کی شان نہیں سمجھتے۔ بے گناہ انسانوں کا قتل، کثیر آبادی اور مقدس مقامات پر ہدف کی تعیین کے بغیر حملے ہمارا کام نہیں اور نہ ہم کسی اور کو ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ عزت، ذلت کامیابی اور ناکامی اللہ تعالی کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالی کی نصرت ہمارے ساتھ اس وقت شامل ہوگی جب ہم اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں گے۔ اللہ کی مخلوق کو اذیت نہ دیں۔ لہٰذا تمام علماء کرام، صاحب نظر لوگوں اور اہل خیر سے ہماری توقع ہے کہ کچھ خود سر یا دشمن کے انٹیلی جنس اداروں کے پنجوں میں جکڑے ہوئے نام نہاد مجاہدین کی نازیبا حرکتوں کو امارت اسلامیہ کی جانب

منسوب نہ کریں۔تمام وہ اعمال جو شریعت کے اصولوں سے متصادم ہیں ہماری جانب سے اسکی تردید کی جاتی ہے اور اگر ہماری صف میں کوئی ایسا کریگا تو اسے شرعی سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔الحمد للہ ثم الحمد للہ ہمارے مجاہدین کو اللہ تعالی نے ان پاک امراض سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ایسے نامناسب اور ناجائز امور کی انجام دہی کے بعد اگر کوئی شخص اپنی نسبت امارت اسلامیہ کی جانب کرتا ہے یا محترم امیر المؤمنین کو اپنا قائد کہتا ہے تو یہ محض نام کا ناجائز استعمال ہے۔ایسے لوگ امارت اسلامیہ کے مبارک نام سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔جو لوگ امارت اسلامیہ سے مربوط ہوتے ہیں وہ امارت اسلامیہ کی اطاعت بھی کرتے ہیں۔اور امارت اسلامیہ کی پالیسی یہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے۔اگر کوئی اس سے سرتابی کرتا ہے تو اسکا امارت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی امارت اسلامیہ ایسے شخص کو مجاہد کہتی ہے۔اللہ تعالی ہم اور آپ کو تمام بے اطاعت، جاہ طلب اور نااہل لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔آمین ثم آمین۔" 2013/12/30

☆☆☆